الحل المسعود
لحل
اسئلہ ابی داود
مرتب
محمد عثمان ہردواری
تقریظ حضرت مولانا جمیل احمد صاحب سکروڈوی
استاذ دار العلوم دیوبند
تصحیح و نظر ثانی حضرت مولانا مفتی ابو جندل صاحب
شیخ الحدیث مدرسہ قاسم العلوم تیوڑہ (مظفر نگر)
مکتبہ نسیمیہ رنسورہ ہری دوار

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحل المسعود

لحل

اسئلۃ ابی داؤد

جلد اول

مرتب

محمد عثمان ہریدواری

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ابوداؤد شریف ص ۲

(۱) سوال : بابُ التخلّی عندَ قضاءِ الحَاجَةِ: عَنِ المُغیرةِبنِ شُعبةَ أنَّ النبیَّ صَلَّی اللّٰہ عَلیہِ وَسَلَّمَ کَانَ اذاذَھَبَ الْمَذْھَبَ اَبْعَدَ.

(الف) حدیث بالا کا ترجمۃ الباب سے بظاہر تعلق معلوم نہیں ہوتا ہے کیونکہ حدیث میں تخلّی کا ذکر نہیں (ب) ابعد فعل متعدی ہونے کی وجہ سے محتاج مفعول ہے حدیث میں مفعول کو کیوں نہیں ذکر کیا (ج) المذھب میں میم مصدری ہے یا ظرف کی یا دونوں کا احتمال ہے اگر دونوں کا احتمال ہوتو اس کی تشریح فرماکر ابعاد کی تحدید کسی حدیث سے فرمائیے (د) حدیث مذکور بظاہر حدیث ابن عمرؓ لقد ار تقیت علیٰ ظھر البیت فرأیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علیٰ لَبِنَتَیْنِ مُستقبل بیت المقدس لحاجتہ کے معارض ہے، آپ تعارض کو دفع کریں۔

جواب (الف) حدیث کی باب سے مناسبت بطریق استنباط ثابت ہوگی کیونکہ ترجمۃ الباب کا مقصد تخلّی یعنی خلوت اختیار کرنے کو ثابت کرنا ہے اور حدیث میں ہے کہ جب آپ ﷺ قضاء حاجت کیلئے جاتے تو دور جاتے اور ظاہر بات ہے کہ جب آدمی دور جائیگا تو خلوت حاصل ہو ہی جائیگی؛ لہٰذا ترجمۃ الباب ثابت ہوگیا۔

(ب) یہاں ابعد لازم کے معنیٰ میں ہے لیکن اس میں بعد کی بہ نسبت زیادہ مبالغہ پایا جاتا ہے بعد کے معنی ہیں دور ہوا اور ابعد کے معنی ہیں دوری اختیار کی (درس ترمذی جلد نمبر۱: ص ۲۱۹۔)

لیکن حضرت الاستاذ حضرت مولانا حبیب الرحمٰن صاحب اعظمی نے بتلایا تھا کہ کبھی

مفعول بہ کو حذف کردیا جاتا ہے توسعاً (وسعت پیدا کرنے کے لئے) یعنی کثرت معانی مراد لینے کی وجہ ہے کیونکہ اگر مفعول کوذکر کردیں گےتو تخصیص وتحدید ہوجائیگی اس وجہ سے مفعول کوذکرنہیں کرتے۔

(ج) دونوں کا احتمال ہے: اگر مصدر مانیں گے تو کہیں گے جب آپ ﷺ جاتے جانا (قضاء حاجت کیلئے) تو بہت دور جاتے: اور جب اسکوظرف مکان مانیں گے تو مطلب یہ ہوگا کہ جب آپ ﷺ جاتے جانے کی جگہ (بیت الخلاء) تو بہت دور جاتے: ابعاد کی تحدید میں حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنھما کی روایت ہے **قال انَّ النبیَّ صلی اللہ علیہ وسلَّم کانَ اِذَا اَرَادَالبرازَ انْطلَقَ حتٰی لایرہ.**

(د) دوطرح سے تعارض کا دفع ہے۔

(۱) حضرت مغیرہ بن شعبہؓ کی حدیث یعنی حدیث باب سفر سے متعلق ہےاور حضرت ابن عمرؓ کی روایت حضر سے متعلق ہے یعنی سفر میں جہاں پڑاؤ ہوتا تھا وہاں استنجاء نہ فرماتے تھے بلکہ فاصلہ پر جاکر استنجاء کرتے تھے۔

(۲) حضرت جابرؓ کی روایت ابتدائی دور کی ہے اس وقت گھروں میں بیت الخلاء نہیں ہوتی تھی اسلئے دور جاتے تھے اور حضرت ابن عمرؓ کی روایت بعد کے زمانے کی ہے اسوقت گھروں میں بیت الخلاء کا انتظام ہوگیا تھا؛ جب زمانہ بدل گیا تو تعارض ختم ہوگیا۔

ابوداود شریف ص ۳

(۲) سوال: **عن مَعْقِلِ بنِ اَبی مَعْقِلِ الأسدِیِّ قالَ نھیٰ رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلَّمَ اَنْ نَسْتَقْبِلَ الْقِبْلَتَیْنِ بِبَولٍ اوغائطٍ .**

(الف) حدیث پاک کا ترجمہ کیجئے (ب) قضاء حاجت کے وقت قبلہ کے استقبال واستدبار میں ائمہ کرام کے مذاہب تحریر کریں اور حنفیہ کے مذہب کوترجیح دیجئے

(ج) حدیث مذکور حضرت ابن عمرؓ کی حدیث لقد ارتقیت علیٰ ظهر البيت فرأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم علىٰ لَبِنَتَيْنِ مُسْتَقْبِلَ بيتِ المقدس لِحاجتهٖ کے معارض ہے آپ تعارض کو دفع کریں۔

جواب (الف) حضرت معقل بن ابی معقلؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں پاخانہ یا پیشاب کے وقت دوقبلوں (بیت اللہ اور بیت المقدس) کا استقبال کرنے سے منع فرمایا۔

(ب) اس مسئلہ میں بہت سے اقوال ہیں مگر ضروری اقوال یہ ہیں۔

(ا) حضرت امام اعظم ابوحنیفہؒ سے اس باب میں چار قول مروی ہیں

(ا) استقبال و استدبار مطلقا مکروہ تنزیہی ہیں مطلقا کا مطلب ہے صحراء (کھلی جگہ) ہو یا بنیان (عمارت) دونوں جگہ استقبال واستدبار مکروہ تنزیہی ہیں

۲/دونوں مطلقا مکروہ تحریمی ہیں اور یہ ہی قول مفتی بہ ہے۔

۳/استدبار مطلقا جائز ہے اور استقبال مطلقا مکروہ تحریمی ہے۔

۴/استدبار صرف بنیان میں جائز ہے اور استقبال دونوں جگہ نا جائز ہے یہ قول درحقیقت امام ابو یوسفؒ کا ہے مگر حکماً یہ قول بھی امام اعظمؒ کا شمار کیا جاتا ہے۔

حضرت امام شافعی اور امام مالک رحمہا اللہ کے نزدیک استقبال واستدبار دونوں بنیان میں جائز ہیں اور صحراء میں ناجائز ہیں.

امام احمدؒ سے تین قول مروی ہیں ا/امام شافعی اور امام مالک رحمہا اللہ کے قول کے موافق ۲/احناف کے مفتی بہ قول کے موافق؛ یعنی دونوں مطلقا مکروہ تحریمی ہیں ۳/استدبار مطلقا جائز ہے اور استقبال مطلقا ناجائز داؤد ظاہری ربیعۃ الرائ اور اصحاب ظواہر کے نزدیک استقبال واستدبار مطلقا جائز ہیں (تحفۃ الالمعی جلدا/صفحہ ۲۰۶۔)

حنفیہ کے مذہب کو ترجیح مختلف وجوہات سے حاصل ہے مگر میں صرف دوکا ذکر کرتا ہوں

۱ر حضرت ابوایوب انصاریؓ کی روایت قولی ہے اور مخالف روایت فعلی ہے اور قاعدہ ہے کہ تعارض کے وقت قولی حدیث راجح ہوتی ہے

۲ر حضرت ابوایوب انصاریؓ کی روایت محّرم ہے اور مخالف روایت مبیح ہے اور یہ بھی ضابطہ ہے کہ تعارض کے وقت محّرم کو مبیح پر ترجیح ہوتی ہے۔

(ج) دفع تعارض اس طرح ہوگا کہ حضرت ابن عمرؓ کی حدیث میں کئی احتمال ہیں

۱ر آپ ﷺ اصل میں کعبہ کا استقبال کئے ہوئے نہ ہوں لیکن حضرت ابن عمرؓ کو دیکھ کر بتقاضئہ حیاء آپ ﷺ نے اپنی ہیئت بدلی ہو اور اس تبدیلی کی وجہ سے استقبال قبلہ متحقق ہوگیا ہو۔

۲ر آپ ﷺ پورے طریقہ سے مستدبر نہ ہوں اور حضرت ابن عمرؓ دور سے اس معمولی انحراف کا ادراک نہ کر پائے ہوں۔

۳ر یہ آپ ﷺ کی خصوصیت ہو کیونکہ آپ ﷺ کے فضلات پاک ہیں لہذا بعید نہیں آپ ﷺ اس حکم سے مستثنیٰ ہوں آپ ﷺ کعبہ سے افضل ہیں اور اعلیٰ کے ذمہ ادنیٰ کی تعظیم نہیں ہوتی۔ تحفة الالمعی جلد ۱ صفحہ ۲۰۹۔

ابوداود شریف ص ۳

(۳) سوال: عن ابی ایوبَ روایة قال اذا اَتیتُمُ الغائطَ فلاَ تستقبلوا القِبْلَةَ بغَائطٍ ولا بولٍ ولکن شرّقُوا او غرّبوا۔

(الف) حدیث کا مطلب بیان کریں خاص طور سے روایۃً شرقوا اوغربوا کا مفہوم واضح کریں (ب) بتلائیں کہ روایۃً سے حدیث کی حیثیت پر کیا اثر پڑیگا (ج) استقبال قبلہ اور استدبار قبلہ عند الغائط میں ائمہ کرام کے مذاہب اور ہر ایک کی دلیل تحریر کریں۔

جواب (الف) حضرت ابوایوب انصاریؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب تم بیت الخلاء میں آؤ تو پاخانہ پیشاب کرتے وقت قبلہ کی سمت منہ مت کرو لیکن مشرق کی جانب یا مغرب کی جانب منہ کرو یعنی یا تو مشرق کا رخ کرو یا مغرب کا رخ کرو؛ یہ حکم مدینہ طیبہ کے اعتبار سے ہے اسلئے کہ وہاں سے قبلہ جنوب کی سمت میں واقع ہے جن مقامات پر قبلہ مشرق یا مغرب میں ہے ان کے لئے یہ حکم نہیں ہے. جیسے ہم ہندوستانی لوگ مشرق میں رہتے ہیں ہمارے لئے یہ حکم ہے کہ جنوب یا شمال کی طرف منہ یا پیٹھ کریں۔

روایۃً .ای یروی روایۃً ؛ روایۃً مفعول مطلق ہے۔

شرقوا اوغربوا کا حکم مدینہ والوں کے لئے ہے اور ان لوگوں کے لئے ہے جو کعبہ سے شمال یا جنوب کی جانب رہتے ہیں اور جو لوگ کعبہ سے مشرق یا مغرب کی جانب رہتے ہیں جیسے ہم لوگ مشرق میں رہتے ہیں ان کے لئے حکم یہ ہے کہ وہ جنوب یا شمال کی طرف منہ یا پیٹھ کریں۔ تحفۃ الالمعی جلد ا صفحہ ۲۱۰۔

(ب) روایۃً سے حدیث کی حیثیت پر یہ اثر پڑیگا کہ حدیث مرفوع کے حکم میں ہوجائیگی: وہی فی حکم المرفوع حاشیہ ابوداود شریف۔

(ج) استقبال قبلہ اور استدبار قبلہ عند الغائط میں ائمہ کرام کے مذاہب سوال نمبر ۲ میں گذر گئے ہیں مگر دلائل وہاں مذکور نہیں ہے دلیل یہ ہے امام اعظمؒ کی دلیل. حضرت ابوایوب

انصاریؓ کی روایت ہے اذا اتیم الغائط فلا تستقبلوا القبلة بغائط ولا بولٍ ولا تستدبروها کیونکہ اسمیں استقبال قبلہ اور استدبار قبلہ کی ممانعت بالکل عام ہے آبادی اور صحراء کی کوئی قید نہیں ہے۔

امام مالک اور امام شافعیؒ کی دلیل ابن عمر کی حدیث قال لقد ارتقیت یوماً علیٰ بیت حفصة فرأیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم علیٰ حاجتہ مستقبل الشام مستدبر الکعبة۔ اس حدیث میں استدبار کا جواز ثابت ہوتا ہے اور استقبال کو اس پر قیاس کرتے ہیں یعنی بنیان میں دونوں کو جائز اور صحراء میں ناجائز کہتے ہیں۔

امام احمدؒ. ان کے تین اقوال ہیں جس قول کو بھی مانے تو اسی قول کے اعتبار سے دلیل ہوگی: مثلاً ان کے نزدیک تیسرا قول ہے استدبار مطلقا جائز ہے تو اس کی دلیل اوپر والی حدیث ہوگی یعنی ابن عمرؓ کی حدیث؛ اور استقبال مطلقا ناجائز ہے تو اس کی دلیل حضرت معقل کی حدیث نہیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان نستقبل القبلتین ببولٍ او غائطٍ.

ابوداود شریف ص ۴

(۴) سوال: عن همّامٍ عن ابنِ جُرَیجٍ عن الزُّهریِّ عن أنسٍ قال کان ألنبیُّ صلی اللہ علیہ وسلم اذا دَخَلَ الخَلاءَ وَضَعَ خاتَمَه' قال ابو داو'د هذا حدیث منکر". والوهمُ فیه من همّامٍ وَلَمْ یَرْوِهِ الاَّ هَمّام

(الف) ہمام ثقہ ہیں پھر ابوداودؒ کا اس کو منکر کہنا کیوں صحیح ہوگا پہلے منکر کی مختلف تعریفات بیان کریں پھر تحریر کریں کہ امام ابوداودؒ نے کس اعتبار سے منکر کہا ہے (ب) ہمام کا کوئی متابع موجود ہے یا نہیں اور امام ترمذیؒ نے اس پر کیا حکم لگایا ہے تحریر کریں (ج) کیا

چاندی کی انگوٹھی پھینکنے کا واقعہ صحیح ہے یا سونے کی انگوٹھی کو آپ ﷺ نے پھینکا تھا وضاحت کے ساتھ تحریر کریں۔

جواب (الف) منکر کی تعریف میں دو قول ہیں۔

ا۔ منکر وہ حدیث ہے جسکی سند میں کوئی راوی شدید الضعف ہو مثلاً متہم بالکذب ہو اور وہ ثقہ راوی کی مخالفت کر رہا ہو۔

۲۔ دوسرا قول منکر کی تعریف میں یہ ہے کہ اس کے اندر راوی شدید الضعف ہو اس سے بحث نہیں کہ ثقہ راوی کی مخالفت کر رہا ہے یا نہیں السمح المحمود صفحہ ۹۴۔

امام ابوداؤدؒ نے اس اعتبار سے منکر کہا کہ ہمام بن یحییٰ (جو ابن جریج کے واسطے سے زہری سے روایت کرتے ہیں) سے یہاں پر دو وہم سرزد ہوئے ہیں، ایک کا تعلق سند سے ہے اور دوسرے کا تعلق متن سے ہے: سند میں تو انہوں نے یہ کہا ہے کہ جریج اور زہری کے درمیان ایک واسطہ چھوڑ دیا اور یہ واسطہ زیاد بن سعد کا ہے یعنی عن جریج عن زیاد بن سعد عن الزهری اصل سند اسطرح ہے؛ اور متن سے متعلق یہ وہم ہوا کہ اصل متن اس سند کا وہ نہیں تھا جو ہمام نے ذکر کیا بلکہ وہ ہے جو ابن جریج کے دوسرے تلامذہ (عبداللہ بن الحارث مخزومی ابوعاصم هشام بن سلیمان وغیرہ) نقل کرتے ہیں جس کے الفاظ امام ابوداؤدؒ نے ذکر کئے ہیں ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اتخذ خاتمامن ورق ثم القاہ تو گویا ہمام سے دو غلطیاں ہوگئیں ایک ترک واسطہ کی اور دوسری تبدیلِ متن کی کہ مذکورہ متن کی جگہ نقل کر دیا کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اذا دخل الخلاء وضع خاتمہ لہذا حدیث منکر ہوگئی؛ مگر مصنفؒ کے دعویٰ پر نقد یہ ہے کہ حدیث مذکور پر منکر کی تعریف صادق نہیں آتی لہذا حدیث کو منکر کہنا غلط ہے اسلئے کہ حدیث منکر کی

تعریف میں دو قول ہیں اور دونوں تعریفیں یہاں صادق نہیں آتی غرضیکہ ہر دو قول کی بناء پر حدیث منکر کیلئے ضروری ہے کہ اس کے اندر کوئی راوی شدید الضعف ہو اور کتب رجال سے معلوم ہوتا ہے کہ ہمام ایسے راوی نہیں ہیں بلکہ وہ صحیحین کے رواۃ میں سے ہیں ان کی طرف وہم کی نسبت کرنا صحیح نہیں، حافظ ابن قیمؒ کی رائے وہ اپنی تہذیب السنن میں تحریر فرماتے ہیں کہ یہاں منکر بمعنیٰ معلول ہے اور امام ابوداؤدؒ کے قول کو رد نہیں کیا جاسکتا؛ توضیح اسکی یہ ہے کہ ہمام اگرچہ ثقہ راوی ہیں لیکن بہرحال متکلم فیہ اور اپنے دوسرے ساتھیوں سے اختلاف کررہے ہیں کیونکہ وہ اس سند سے یہ قصہ نقل نہیں کرتے کہ آپ ﷺ جب بیت الخلاء جاتے تو انگوٹھی اتار لیا کرتے تھے اور درحقیقت یہ ہی وجہ ہے کہ امام ترمذیؒ نے تصحیح کے ساتھ ساتھ اس حدیث کی تغریب بھی کی ہے۔

(ب) ہمام کا متابع موجود ہے حاکم ابوعبداللہ نے اپنی مستدرک میں یحیٰ بن المتوکل بصری کو بتایا ہے اور دار قطنی نے کتاب العلل میں یحیٰ بن ضریس کو بتایا ہے. حاشیہ ابوداؤد شریف

۱۶مام ترمذیؒ نے اس پر ھذا حدیث حسن غریب کا حکم لگایا ہے۔

(ج) حدیث کی کتابوں سے پتہ چلتا ہے کہ شروع میں آپ ﷺ نے سونے کی انگوٹھی بنوائی لیکن پھر آپ ﷺ نے اس خاتم ذہب کو پھینک دیا اور سونے کے استعمال سے مردوں کو قطعا منع فرمادیا پھر آپ ﷺ نے چاندی کی انگوٹھی بنوائی اور آخری حیات تک اسی کو استعمال فرماتے رہے معلوم ہوا کہ آپ ﷺ نے سونے کی انگوٹھی کو پھینکا تھا۔

اور چاندی کی انگوٹھی کے پھینکنے کے سلسلہ میں حضرت مولنا رشید احمد گنگوہیؒ نے ایک لطیف توجیہ یہ کی ہے کہ زہری کی وہ روایت جس میں چاندی کی انگوٹھی کو پھینکنے کا ذکر ہے اس

سے مراد قضاء حاجت کے وقت انگوٹھی اتار کر رکھنا ہے۔ بذل جلد ا صفحہ ۱۴۔

اور جمہور محدثین نے اس روایت کو امام زہری کا وہم قرار دیا ہے اسلئے کہ یہ بات احادیث سے ثابت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے چاندی کی انگوٹھی کو نہیں پھینکا تھا بلکہ سونے کی انگوٹھی کو پھینکا تھا چاندی کی انگوٹھی تو آپ ﷺ کے پاس اخیر عمر تک رہی ہے السمح المحمود صفحہ ۹۳۔

ابوداود شریف ص ۳

(۵) سوال: قال نا وكيع عن الاعمش عن رجلٍ عن ابن عمر أنَّ النبيَّ صلى الله صلى الله عليه وسلم كانَ اذا أرادَ حاجَةً لايَرْفَعُ ثوبَهٗ حتى يَدْنُوَ مِنَ الأرضِ قال ابو داوٗد روٰاه عبدُالسلام بن حربٍ عن الاعمشِ عن انسِ ابن مالكٍ وَهُوَ ضَعيفٌ.

(الف) عبارت با اعراب لکھ کر ترجمہ کیجئے (ب) ھو ضعیف میں ھو کا مرجع متعین کریں پھر ضعیف ہونے کی وجہ تحریر کریں۔

جواب (الف) حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب قضاء حاجت کا ارادہ فرماتے تو جب تک زمین سے قریب نہ ہو جاتے کپڑا نہیں اٹھاتے تھے؛ ابوداؤد نے کہا کہ اس روایت کو عبد السلام بن حرب نے بواسطہ اعمش حضرت انس بن مالک سے روایت کیا ہے. مگر یہ طریق ضعیف ہے۔

(ب) ھو ضمیر عبد السلام کی روایت کردہ حدیث کی طرف راجع ہے نہ کہ خود عبد السلام کی طرف اسلئے کہ عبد السلام تو ثقہ راوی ہیں بلکہ صحیحین کے رواۃ میں سے ہیں، اور اس روایت کے ضعیف ہونے کی وجہ یہ سمجھ میں آتی ہے کہ اعمش کا سماع حضرت انس سے ثابت نہیں ہے لہذا سند منقطع ہوگئی اور پہلی سند میں اعمش اور ابن عمر کے درمیان ایک واسطہ ہے

اگرچہ رجل مبہم کا ہے اسلئے امام ابوداؤدؒ نے وکیع کی روایت کو ترجیح اور عبدالسلام والی روایت کو ضعیف قرار دیا ہے۔

ابوداود شریف ص ۴

(٦) سوال: عن حُذيفةَ قال أتیٰ رسولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم سُبَاطَةَ قَومٍ فَبالَ قائماً ثُمَّ دَعَابِماءٍ فَمَسَحَ عَلیٰ خُفَّيهِ قال ابو داؤد قال مسدَّدٌ قال فَذَهَبْتُ أتَبَاعَد فَدَعَانِي حَتیٰ كُنتُ عِندَ عَقِبِه .

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کیجئے اور مطلب بیان کیجئے (ب) مذکورہ حدیث اور حضرت عائشہؓ کی حدیث من حدّثكم أنَّ رسول الله صلىَّ الله عليه وسلم بال قائماً فلاتُصَدِّقُوْه دونوں میں تطبیق کیسے ہوگی (ج) آن حضرت ﷺ کے کھڑے ہوکر پیشاب کرنے کی قابل قبول توجیہ کیسے ہوگی: (د) قال ابوداؤد کا مقصد واضح کیجئے۔

جواب (الف) حضرت حذیفہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک قوم کی کوڑی پر تشریف لے گئے اور کھڑے ہوکر پیشاب کیا پھر پانی منگوایا اور موزوں پر مسح کیا ؛امام ابوداؤد کہتے ہیں کہ مسدد نے اور زیادہ روایت کرتے ہوئے کہا کہ حذیفہ کہتے ہیں کہ میں پیچھے ہٹنے لگا تو آپ ﷺ نے مجھے بلایا حتی کہ میں آپ ﷺ کی ایڑیوں کے پاس تھا۔

اس عبارت کا مطلب یہ ہے کہ حضرت حذیفہؓ کی حدیث ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک قوم کی کوڑی پر تشریف لے گئے اور آپ ﷺ نے اس کوڑی پر کھڑے ہوکر پیشاب کیا حذیفہؓ کہتے ہیں کہ میں آپ ﷺ کے وضوء کا پانی لیکر آیا اور میں پانی کو رکھ کر وہاں سے ہٹنے لگا تا کہ آپ ﷺ تنہائی میں پیشاب فرمالیں جیسا کہ آپ ﷺ کی عادت شریفہ تھی مگر چونکہ وہاں آڑ کی ضرورت تھی اسلئے آپ ﷺ نے مجھے بلایا تو میں آپ ﷺ کے اتنا قریب ہوگیا کہ میں آپ ﷺ کی ایڑیوں کے پاس تھا آپ ﷺ نے وضوء کی اور خفین پر مسح کیا اس

حدیث سے معلوم ہوا کہ ایک بار آپ ﷺ نے کھڑے ہوکر پیشاب کیا پس اس سے جواز ثابت ہوا۔

(ب) حضرت عائشہؓ کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ نے کبھی کھڑے ہوکر پیشاب نہیں کیا اور حضرت حذیفہؓ کی حدیث میں بال قائما کا اثبات ہے اس کے باوجود دونوں میں کوئی تعارض نہیں؛ اسلئے کہ حضرت عائشہؓ نے عام عادت بیان فرمائی ہے اور حضرت حذیفہؓ نے ایک واقعہ جزئیہ بیان فرمایا ہے؛ جسکا علم ہوسکتا ہے کہ حضرت عائشہؓ کو نہ ہوا ہو۔ درس ترمذی جلد ا صفحہ ۱۹۸۔

حضرت عائشہؓ کی حدیث کو عادت پر محمول کیا ہے اور حضرت حذیفہؓ کی روایت کو اتفاقی واقعہ قرار دیا ہے تحفة الالمعی ۲۱۴۔

(ج) علماء نے اس پر بڑی بحثیں کی ہیں کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قائما پیشاب کرنے کی کیا وجہ تھی اس کی بہت سی توجیہات کی گئی ہیں مگر وہ سب ضعیف اور بعید ہیں صرف دو توجیہات بہتر ہیں۔

ا/ آپ ﷺ کے گھٹنے میں اس وقت تکلیف تھی جس کی وجہ سے بیٹھنا مشکل تھا جسکی تائید حاکم اور بیہقی کی ایک روایت سے ہوتی ہے جس میں بال قائما کے ساتھ بِوَجْعٍ کانَ فی مَابِضِہٖ کے الفاظ موجود ہیں، اگر چہ یہ روایت سنداً ضعیف ہے لیکن قیاسی تاویلات کے مقابلہ میں بہرحال راجح ہے۔

۲/ آپ ﷺ نے بیان جواز کیلئے کھڑے ہوکر پیشاب کیا کیونکہ مکروہ تنزیہی بھی جواز ہی کا ایک شعبہ ہے السح المحمود صفحہ ۱۰۴۔

(د) اس کلام سے مصنفؒ کی غرض یہ بیان کرنا ہے کہ ان کے استاذ مسدد کے پاس حفص بن عمر کی حدیث پر زیادتی ہے اسلئے مصنفؒ سند میں ہی یہ وضاحت کر چکے ہیں کہ حدیث بالا کے الفاظ حفص بن عمر کے ہیں نہ کہ مسدد کے اب حفص کے الفاظ کو نقل کرنے

کے بعد مسدد کی نقل کردہ زیادتی کو یہاں سے ذکر کر رہے ہیں فذهبت اتباعد۔

ابوداؤد شریف ص ٦

(۷) سوال: عن أبي هريرةَ عنِ النبي صلى الله عليه وسلم قال مَن اكْتَحَلَ فَلْيُوْتِرْ مَنْ فَعَلَ قَدْ أحْسَنَ ومن لا فلا حَرَجَ ومَنْ اسْتَجْمَرَ فَلْيُوْتِرْ مَنْ فَعَلَ قد احْسَنَ ومن لا فلا حرج ومَنْ أكل فما تَخَلَّلَ فَلْيَلْفِظْ وَمَا لاكَ بِلِسَانِهٖ فَلْيَبْتَلِعْ من فعل قد احسن ومن لا فلا حرج ومن أتَى الغائطَ فَلْيَسْتَتِرْ فَانْ لَمْ يَجِدْ الا اَنْ يَجْمَعَ كَثِيْباً من رَمْلٍ فَلْيَسْتَدْبِرْه' فَانَّ الشَّيطانَ يَلْعَبُ بِمَقاعِدِ بَنِي آدَمَ من فعل قد أحسنَ وَمَنْ لاَ فلاَ حَرَجَ: قال ابوداؤد رواه' ابوعاصمٍ عَنْ ثورٍ قال حُصَيْنُ الحِمْيَرِيُّ قال رواه عبدالملک ابن صبّاحٍ عن ثورٍ فقال ابو سعيد الخَيْرُ.

(الف) اعراب لگائے صحیح ترجمہ کیجئے (ب) اور تحریر کیجئے کہ مسئلہ استجمار میں یہ حدیث کس امام کی دلیل ہے (ج) نیز جب استتار عند الغائط ضروری ہے تو من فعل قد احسن و من لا فلا حرج فرمانا کیسے درست ہوسکتا ہے۔ (د) قال ابوداؤد کی تشریح فرمائیے۔

جواب: (الف) ترجمہ حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ؐ نے فرمایا جو شخص سرمہ لگائے تو طاق بار لگائے جو کرے تو بہتر ہے اور جو نہ کرے تو کوئی حرج نہیں اور جو ڈھیلے لے تو طاق عدد لے جو شخص کرے تو بہتر ہے اور جو نہ کرے تو کچھ حرج نہیں اور جو کھانا کھائے پھر خلال سے کچھ نکلے تو اس کو پھینک دے اور جو زبان سے لگا رہے تو اس کو نگل جائے۔ جو ایسے کرے تو اچھا ہے اور جو نہ کرے تو کچھ حرج نہیں اور جو شخص پائخانہ کو جائے تو

آڑ میں جائے اگر کچھ بھی نہ آڑ ہو سکے تو ریت کا ایک ڈھیر لگا کر اس کی آڑ میں بیٹھ جائے اس لئے کہ شیطان آدمی کی شرم گاہ سے کھیلتا ہے۔ جو شخص ایسا کریگا تو بہتر ہے نہ کریگا تو کچھ حرج نہیں۔

امام ابوداوُدؒ فرماتے ہیں کہ ابو عاصم نے بواسطہ ثور (الحبر انی کی جگہ) حصین الحمرانی کہا اور عبدالملک نے بواسطہ ثور ابو سعید خیر کہا (یعنی الخیر کا اضافہ کیا) امام ابوداوُدؒ فرماتے ہیں کہ ابوسعید الخیر تو صحابی ہے۔

جواب (ب) یہ حدیث حنفیہ کی مستدل ہے کیونکہ حنفیہ ایتار بثلثۃ احجار کو مستحب کہتے ہیں برخلاف شوافع کے کیونکہ ان کے یہاں عدد ثلث کا ہونا ضروری ہے۔

جواب (ج) یہ من لا فلا حرج اس وقت ہے جبکہ قضائے حاجت کرنے والے کو کوئی دیکھ نہ رہا ہو اس وقت میں اگر وہ پردہ کرتا ہے تو اچھا ہے اور اگر وہ پردہ نہ کرے تو کوئی حرج نہیں ہے۔

جواب: (د) مصنفؒ نے دو اختلاف کی طرف اشارہ فرمایا ہے تفصیل اس طرح ہے ثور بن یزید کے تین شاگرد ہیں ا رعیسی بن یونس ۲ رابو عاصم النبیل ۳ رعبدالملک بن صباح اولاً تو عیسی بن یونس اور ابو عاصم کے درمیان اختلاف ہوا وہ یہ ہے کہ عیسی بن یونس جب ثور سے روایت کرتے ہیں تو کہتے ہیں عن ثور عن حصین الحُبرانی اور ابو عاصم کی روایت میں عن ثور عن حصین الحِمیری ہے۔ یعنی اختلاف دونوں میں یہ ہوا کہ عیسی نے حصین کو حبران کی طرف منسوب کیا اور ابو عاصم نے قبیلہ حمیر کی طرف منسوب کیا۔ دوسرا اختلاف ابو عاصم عیسی اور عبدالملک کے درمیان ہوا۔ ابو عاصم اور عیسی نے ابوسعید کو بغیر کسی لقب کے ذکر کیا اور عبدالملک نے ابوسعید الخیر کہا ہے یعنی لفظ الخیر کا اضافہ کیا ہے۔

ابوداود شریف ص۶

(۸)سوال: حدثنا عبدُ الله بنُ محمدالنفَیْلیُّ .حدثنا ابومعاویه' عن هشام عن عروة 'عن عَمروبن خُزَیْمَةَ' عن عُمارةَ بنِ خزیمةَ' عن خزیمة بنِ ثابتٍ قال: سُئل النبیُّ صلی الله علیه وسلم عن الاِسْتِطَابَةِ' فقال بثلٰثِ أحجارٍ لَیسَ فِیْها رُجیعٌ قال ابو داو'د: وکذا رواه ابواسامةَ وابن نمیر عن هشام.

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کیجئے ۔(ب) استنجاء بالا حجار کے بارے میں ائمہ کرام کے مذاہب مع دلائل لکھیں اور حنفیہ کے قول کی وجہ ترجیح مع دلائل تحریر کریں (ج) قال ابو داوٗد کا مقصد واضح کریں۔

جواب:(الف) حضرت خزیمہ بن ثابتؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہؐ سے استنجے کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپؐ نے فرمایا استنجاء تین پتھروں سے کرنا چاہئے جن میں گوبر نہ ہو امام ابوداوٗدؒ نے کہا کہ ابواسامہ اور ابن نمیر نے بھی ہشام سے اسی طرح روایت کیا ہے۔

(ب) امام شافعیؒ اور احمد اور ابوثور اور اہل ظاہر کے نزدیک استنجاء میں انقاء اور تثلیث احجار واجب ہے اور ایتار مستحب ہے۔

دلیل: عن عائشة قالت ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال اِذا ذَهَبَ احدكُمْ الى الغائط فَلْیَذْهَبْ مَعَهُ بثلٰثةِ احجارٍ یَسْتَطِیْبُ بِهِنَّ فَاِنَّهَا تُجْزِئُ عَنْهُ .

دلیل ثانی: سُئل النبیؐ عن الاستطابة فقال بثلثة احجار لیس فیما رجیع.

حضرت امام ابوحنیفہؒ اور امام مالکؒ کے نزدیک صرف انقاء واجب ہے اور تثلیث

مسنون ہے اور ایتار مستحب ہے۔

دلیل: **من استجمر فلیؤتر من فعل قد احسن ومن لا فلاحرج .**

اس میں تصریح ہے کہ ایتار مستحب ہے واجب نہیں۔

دلیل ثانی: **قال اذا ذهب احدکم الی الغائط فلیذهب معه بثلثة احجار یستطیب بهنّ فانها تجزی عنه .**

امام دار قطنیؒ نے اس کو تخریج کرنے کے بعد لکھا ہے **هذا اسناد صحیح** اس میں **فانها تجزی عنه** کا جملہ بتا رہا ہے کہ مقصود اصلی انقاء ہے اور کوئی عدد مخصوص مقصود بالذات نہیں لہذا جہاں تثلیث کا حکم دیا گیا ہے وہاں منشاء یہ ہے کہ یہ عدد انقاء کے لئے کافی ہے۔

وجوہ ترجیح: حنفیہ کے قول کی وجوہ ترجیح یہ ہے کہ وہ تمام روایات جو شوافع اور حنابلہ پیش کرتے ہیں ان روایات سے انکا استدلال تام نہیں ہوتا کیونکہ ان میں امر وجوبی نہیں بلکہ استحبابی ہے کیونکہ عام طور پر تین سے انقاء ہو جاتا ہے اس لئے تین کا حکم فرمایا اور حنفیہ جو اس کو استحباب پر محمول کرتے ہیں وہ یوں ہی نہیں بلکہ مضبوط دلیل پیش کرتے ہیں۔

دلیل : **من استجمر فلیؤتر من فعل قد احسن ومن لا فلاحرج .**

اس میں تصریح ہے کہ ایتار مستحب ہے واجب نہیں۔

امام بیہقیؒ نے اس پر یہ اعتراض کیا ہے کہ اس میں تو صرف ایتار کا استحباب ثابت ہوتا ہے نہ کہ تثلیث کا اس کا جواب یہ ہے کہ ایتار عام ہے اور تثلیث خاص اور عام کی نفی خاص کی نفی کو مستلزم ہے۔

(ج) مصنفؒ کا مقصد اس کلام سے یہ ہے کہ اس حدیث کو سفیان بن عیینہ نے بھی ہشام سے روایت کیا ہے لیکن انہوں نے ہشام کے استاذ کا نام ابو وجزہ قرار دیا ہے حالانکہ مذکورہ سند میں ان کے استاذ حضرت عمر بن خزیمہ ہے۔ تو حضرت امام ابوداؤدؒ یہ فرما رہے ہیں

کہ جس طرح ابومعاویہ نے اس حدیث کو ہشام سے نقل کیا ہے اسی طرح ابواسامہ اور ابن نمیر بھی اس کو روایت کرتے ہیں نہ کہ ابوحزہ سے جیسا کہ سفیان بن عیینہؒ نے کیا گویا کہ سفیان کی سند میں وہم ہے چنانچہ مصنفؒ ہشام کے تلامذہ کا اختلاف بیان فرمارہے ہیں کہ ان کے تین تلامذہ ابومعاویہ. ابواسامہ. اور ابن نمیر آپس میں متفق ہیں کہ ہشام کے استاذ عمرو بن خزیمہ ہیں جبکہ ہشام کے چوتھے شاگرد سفیان بن عیینہ ہیں وہ ان تینوں ساتھیوں سے اختلاف کرتے ہیں اور ہشام کے استاذ کا نام بجائے عمرو بن خزیمہ کے ابوحزہ بتاتے ہے۔

ابوداود شریف ص ۷

(۹) سوال :عن زيد بن خالدالجهني قال سمعتُ رسولَ الله صلى الله عليه وسلمَ يقول لولا اَنْ اَشُقَّ عَلىٰ اُمّتي لَاَمَرْتُهُمْ بِالسّواکِ عندَ كلِ صَلاةٍ قال ابوسلمةَ :فرأيتُ زيداًيَجْلِسُ في المسجد واَنّ السّواکَ من اُذنہٖ مَوضعَ القلمِ من اُذُنِ الْكَاتِبِ .فَكُلَّمَا قام الى الصّلوٰةِ استاکَ:

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کیجئے :(ب) السواک عند الصلوۃ میں اگر احناف اور شوافع کا اختلاف ہو تو اس کو تحریر کریں اور ہر ایک کے دلائل تحریر کریں (ج) کوئی ایسی حدیث جس سے عند کل صلوٰۃ کا مفہوم واضح ہوتا ہو تحریر کریں۔

جواب (الف) حضرت زید بن خالد جہنیؓ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ اگر مجھے اپنی امت پر مشقت کا اندیشہ نہ ہوتا تو ان کو ہر نماز کے واسطے مسواک کرنے کا حکم دیتا. ابوسلمہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت زید بن خالدؓ کو دیکھا کہ وہ مسجد میں بیٹھے ہیں اور مسواک ان کے اس مقام پر لگی تھی جہاں پر کاتب اپنے کان پر قلم رکھتا ہے جب بھی وہ نماز کیلئے کھڑے ہوتے تو مسواک کرتے۔

(ب) حضرت امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ مسواک سنت صلوۃ ہے نہ کہ سنت وضوء

دلیل لو لا ان اشق علی اُمّتی لَامرتُھم بالسّواک عند کلِ صلوۃِ

لیکن حنفیہ مسواک کوسنت وضوء قرار دیتے ہیں دلیل حضرت عائشہؓ سے ان الفاظ کے ساتھ مروی ہے لو لا ان أشق علیٰ امّتی لا امرتھم با لسواک مع الوضوءِ عند کل صلوۃِ علامہ تیمویؒ فرماتے ہیں اسنادہ صحیح یہی روایت حافظ ابن حجرؒ نے تلخیص میں ذکر کی ہے۔

ثمرۂ اختلاف اس طرح نکلیگا کہ اگر کوئی شخص وضوء اور مسواک کر کے ایک نماز پڑھ چکا ہو اور پھر اسی وضوء سے دوسری نماز پڑھنا چاہے تو امام شافعیؒ کے نزدیک تازہ مسواک کرنا یعنی دوبارہ مسواک کرنا مسنون ہوگا اور امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک چونکہ وہ سنت وضوء ہے اسلئے دوبارہ مسواک کرنے کی ضرورت نہ ہوگی حضرت امام شافعیؒ حدیث باب سے استدلال کرتے ہیں اور حنفیہ اسکا جواب دیتے ہیں کہ یہاں ایک مضاف محذوف ہے یعنی عندوضوء کل صلوٰۃ درس ترمذی جلد ا صفحہ ۲۲۳۔

(ج) لو لا أن أشق علیٰ اُمّتی لامرتُھم بالسواکِ مع الوضوء عند کلِ صلوۃِ

لو لا أن أشقَّ علیٰ اُمّتی لفرضتُ علیھمُ السواک مع الوضوء.

ابوداود شریف ص ۹

(۱۰) سوال : عن عبید اللہ بن عبداللہ بن عمر عن ابیہ قال سُئل النبیُّ صلی اللہ علیہ وسلم عن المَاءِ وما ینُوبُہ مِنَ الدّوابِّ والسّباعِ فقال رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم . اذا کان الماءُ قُلّتَینِ لَم یَحمَلِ الخُبثَ.

(الف) حدیث پاک کا ترجمہ ومطلب تحریر کریں (ب) بتائے کہ کتنا پانی محتمل نجاست ہوتا ہے ائمہ کرام کے مسلک کو مع دلائل سپرد قلم کریں (ج) اگر مذکورہ بالا روایت حنفیہ کے خلاف ہو تو معقول جواب دیجئے۔

جواب (الف) حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے ایسے پانی کے بارے میں سوال کیا گیا جس پر جانور اور درندے آتے جاتے ہوں آپ ﷺ نے فرمایا کہ جب پانی دو قلوں کے برابر ہو تو وہ ناپاکی کو نہ اٹھائیگا۔

مطلب یہ ہے کہ آپ ﷺ سے اس پانی کے بارے میں سوال کیا گیا جس پر نوبت بہ نوبت اور یکے بعد دیگرے درندے وغیرہ پانی پینے کے لئے آتے جاتے ہیں اس سے مراد وہ پانی ہے جو فلاۃ یعنی جنگلوں میں غاروں کے اندر جمع ہو جاتا ہے چنانچہ ایک روایت میں فی الفلاۃ کی تصریح ہے یہ پانی دواب کے پینے کی وجہ سے سور سباع ہوا. گویا سوال سور سباع کے بارے میں ہے کہ وہ پاک ہے یا ناپاک صحابہ کرام عموماً جہاد وغیرہ کے اسفار میں رہتے تھے اور ان کو اس قسم کے پانیوں سے واسطہ پڑتا تھا. اس لئے یہ سوال کیا گیا آپ ﷺ نے فرمایا اذا کان الماء قلتین لم یحمل الخبث کہ جس پانی کے بارے میں آپ سوال کررہے ہیں اسکو دیکھا جائے کہ قلتین کے بقدر ہے یا نہیں اگر قلتین سے کم ہے تو سمجھئے کہ وہ ناپاک ہے اور اگر وہ قلتین یا اس سے زیادہ ہے تو پاک ہے یعنی قلتین ہے تو کثیر ہے ناپاک نہیں ہوا اور اگر کم ہے تو قلیل ہے ناپاک ہو گیا؛ قلتین یہ تثنیہ کا صیغہ ہے اس کا واحد قُلَّۃٌ آتا ہے یہ لفظ عربی میں مختلف معانی میں استعمال ہوتا ہے ا/ پانی کی صراحی ۲/ اونٹ کا کوہان ۳/ آدمی کا قد: یہاں پر پانی کی صراحی کے معنی میں ہے۔

لم یحمل الخبث: حمل باب (ض) سے اس کے معنی اٹھانا اور خبث کہتے ہیں ناپاکی اور نجاست کو اس کا مطلب یہ ہے کہ دو قلے پانی نجاست کو قبول نہیں کرتا ہے دوسرا مطلب صاحب ہدایہ نے لکھا ہے کہ وہ نجاست کو نہیں اٹھاتا ہے یعنی برداشت نہیں کرتا ہے بلکہ ناپاک ہو جاتا ہے۔

(ب) اس کے بارے میں فقہاء کے اقوال بیس سے بھی زائد ہیں مشہور مذاہب چار ہیں ا/ حضرت عائشہؓ حسن بصری اور داؤد ظاہری کی طرف یہ منسوب ہے کہ پانی قلیل

ہو یا کثیر اگر اسمیں کوئی نجاست گر جائے تو وہ اس وقت تک ناپاک نہیں ہوگا جبتک کہ اس کی رقت وسیلانیت ختم نہ ہوجائے خواہ اس کے اوصاف ثلاثہ متغیر ہو گئے ہوں۔

حضرت گنگوہیؒ فرماتے ہیں کہ اگر یہ مسلک حضرت عائشہؓ سے مسلکا ثابت ہوتا تو یہ قوی ترین مسلک ہوتا اسلئے کہ حضرت عائشہؓ اعلم بمسائل المیاہ تھی اور اس معاملہ میں آپ ﷺ سے بکثرت مراجعت کرتی رہتی تھی لیکن صحیح یہ ہے کہ یہ مسلک حضرت عائشہؓ سے روایتاً ثابت نہیں

۲/امام مالکؒ کا مسلک مختار یہ ہے کہ جبتک پانی کے اوصاف متغیر نہ ہوں وہ وقوع نجاست سے نجس نہیں ہوتا خواہ وہ پانی قلیل ہو یا کثیر ہو۔

دلیل دونوں فریقوں نے حدیث بیر بضاعہ سے استدلال کیا ہے داؤد ظاہری نے تو علی الاطلاق الماء طهور لا ينجسه شيئى: کہ اسمیں کوئی قید نہیں ہے بلکہ یہ حدیث عام ہے مالکیہ نے بھی کہدیا کہ حدیث بالا میں قلیل وکثیر کی کوئی قید نہیں ہے لیکن مالکیہ کہتے ہیں اوصاف ثلاثہ میں سے کوئی وصف نہ بدلے ان الماء طهور لا ينجسه شيئى الا ما غلب علىٰ طعمه او لونه اوريحه:

۳/امام شافعیؒ اور امام احمدؒ کا مسلک یہ ہے کہ اگر پانی قلیل ہو تو وقوع نجاست سے نجس ہوجائیگا اگر چہ اس کے اوصاف ثلاثہ میں سے کوئی وصف متغیر نہ ہو.اور اگر کثیر ہو تو جب تک اسکے اوصاف ثلاثہ میں سے اکثر متغیر نہ ہوئے ہوں تو پاک رہیگا اور کثیر کی مقدار ان کے یہاں قلتین ہے۔

۴/چوتھا مسلک حنفیہ کا ہے.جو مسلک شوافع کے قریب تر ہے فرق یہ ہے کہ احناف کے نزدیک قلیل وکثیر کی کوئی مقدار متعین نہیں بلکہ اس کو امام ابوحنیفہؒ نے مبتلیٰ بہ کی رائے پر چھوڑ دیا ہے البتہ امام ابو یوسفؒ سے اتنی تحدید ضرور منقول ہے کہ جس پانی میں خلوص اثر النجاسه الى طرف الاٰخر ہو تو وہ قلیل ہے اور جسمیں نہ ہو تو وہ کثیر ہے اور اسی کو امام

قدوریؒ نے ان الفاظ کے ساتھ تعبیر کیا ہے **مالم یتحرک بتحریک الطرف الآخر۔**

حنابلہ اور شوافع کی دلیل **اذا کان الماء قلتین لم یحمل الخبث** اس حدیث میں مقدار قلتین کو کثیر قرار دیا گیا ہے۔

حنفیہ کی دلیل **لا یبولنَّ احدُکم فی الماءِ الدائمِ ثم یتوضأ** درس ترمذی **السمح المحمود** صفحہ ۲۲۳۔

دلیل ثانی: **اذا استیقظ احد کم من منامہٖ فلا یغمسنَّ یدہٗ فی الاناءِ حتیٰ یغسِلَھا** (**تحفۃ الالمعی** جلد ۱ صفحہ ۲۴۳/ **السمح المحمود** جلد ۱ صفحہ ۲۲۳ درس ترمذی۔)

(ج) یہ حدیث حنفیہ کے خلاف ہے مگر یہ حدیث مضطرب ہے اور سند و متن و معنی اور مصداق کے اعتبار سے اس میں اضطراب پایا جاتا ہے۔

اضطراب فی السند. مصنفؒ نے اس حدیث کو تین طرق سے بیان کیا ہے اور ہر طریق میں اضطراب ہے۔

اضطراب فی المتن بعض روایات میں قلتین ہے اور بعض میں قلتین او ثلاثا وارد ہوا ہے اور دار قطنی کی متعدد روایات میں اربعین قلۃ بھی آیا ہے اسی کا نام اضطراب ہے تفصیل کیلئے دیکھے السمح المحمود صفحہ ۲۱۹۔

اضطرب فی المعنی. بقول صاحب قاموس قلہ کے کئے معنی آتے ہیں پہاڑ کی چوٹی .انسان کا قد .اونٹ کی کوہان .مٹکا. یہاں کسی ایک معنی کی تعیین مشکل ہے۔

اضطرب فی المصداق .علامہ ابن نجیم فرماتے ہے کہ چوتھا اضطراب قلہ کے مصداق میں ہے یعنی اگر قلہ کے معنی مٹکا ہی فرض کر لئے جائیں جیسا کہ امام شافعیؒ وغیرہ کا مسلک ہے تو بھی مٹکے حجم میں متفاوت ہوتے ہیں ان میں سے کسی ایک کی تعیین مشکل ہے اسلئے کہ

حدیث میں یہ متعین نہیں کہ کتنا بڑا مٹکا مراد ہے بہر حال اضطراب کی وجہ سے بعض حضرات نے اس حدیث کی تضعیف فرمائی ہے شیخ ابن ہمام نے نقل کیا ہے کہ حافظ ابن عبد البر نے الالمام میں اس حدیث کی تضعیف کی ہے: السح المحمود صفحہ ۲۲۰۔

ابوداؤد شریف ص ۱۰

(۱۱) سوال: حدثنا زائدة فی حديث هشام عن محمد عن أبی هريرة عن النبی صلی اللہ علیه وسلم قال: طُهُورُ اناءِ أَحَدِكُمْ اذَا وَلَغَ فيه الكلبُ اَنْ يُغْسَلَ سَبْعَ مَرَّاتٍ أَوْ لهُنَّ بالتُّرابِ قال ابو داؤد وكذالك قال أيوب وحبيب بن الشهيد عن محمد بن سيرين.

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کیجئے اور مطلب تحریر کریں (ب) سور الکلب کے سلسلہ میں ائمہ کا جو اختلاف ہو اسکو مدلل تحریر کرنے کے بعد اگر حدیث مذکور احناف کے مخالف ہو تو مفصل جواب دیجئے (ج) قال ابوداؤد کا مطلب بیان کیجئے اور جس چیز میں کذالک سے تشبیہ دیگئی ہے اسی کی وضاحت فرمائیں۔

جواب (الف) حضرت ابو ہریرہؓ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ جب کتا برتن میں منہ ڈالدے تو اس کی پاکی یہ ہے کہ اس کو سات مرتبہ دھویا جائے پہلی مرتبہ مٹی سے :امام ابوداؤدؒ فرماتے ہیں کہ اسی طرح کہا ایوب اور حبیب بن الشہید نے جو روایت کرتے ہیں محمد بن سیرین سے۔

اس حدیث کا مطلب یہ کہ اسمیں آپ ﷺ یہ ارشاد فرماتے ہے کہ جب کتا کسی برتن میں منہ ڈالدے تو اس برتن کی پاکی یہ ہے کہ اس برتن کو سات مرتبہ دھلا جائے اور ان سات مرتبہ دھلنے میں پہلی مرتبہ مٹی سے دھلا جائے یعنی ایک مرتبہ مٹی سے دھلا جائے اور چھ مرتبہ بغیر مٹی کے۔

(ب) کتے کے جھوٹے کے سلسلہ میں دو مسئلے ہیں. ا رکتے کا جھوٹا پاک ہے یا ناپاک ۲ر کتا برتن میں منہ ڈالدے تو سات مرتبہ دھونا ضروری ہے یا تین مرتبہ دھونے سے بھی پاک ہوجائیگا۔

پہلا مسئلہ امام مالکؒ فرماتے ہیں کتے کا جھوٹا پاک ہے کیونکہ کتا بھی ایک درندہ ہے اورامام مالکؒ کے نزدیک تمام درندوں کا جھوٹا پاک ہے۔

امام شافعیؒ اورامام احمدؒ فرماتے ہیں کہ کتے کا جھوٹا ناپاک ہے دلیل حدیث باب۔

حضرت امام ابوحنیفہؒ اورامام ابو یوسفؒ کے نزدیک تو ہر درندے کا جھوٹا ناپاک ہے

دوسرا مسئلہ. کہ کتے کے منہ ڈالنے سے برتن کو سات مرتبہ دھلنا ضروری ہے یا تین مرتبہ سے کام چل جائیگا. اسمیں بھی فقہاء کا اختلاف ہے۔

ائمہ ثلاثؒ کے نزدیک ولوغ کلب کی صورت میں برتن کو سات مرتبہ دھلنا ضروری ہے البتہ یہ دھلنا امام مالکؒ کے نزدیک حکم تعبدی کے طور پر ہے کیونکہ امام مالکؒ کے نزدیک برتن ناپاک نہیں ہوتا اور امام شافعیؒ اور امام احمدؒ کے نزدیک برتن کی پاکی کے لئے دھلنا ضروری ہے. اوراحناف کے نزدیک تین مرتبہ دھلنے سے برتن پاک ہوجاتا ہے تحفۃ الالمعی صفحہ ۲۵۳۔

ائمہ ثلاثہؒ کی دلیل باب کی حدیث ہے طہور اناءِ أحدکم اذاولغ فیہ الکلبُ أن یُغسل سبع مرّاتٍ۔ کہ اسمیں آپ ﷺ نے سات مرتبہ دھلنے کا حکم دیا ہے۔

دلیل احناف عن أن أبی ھریرۃؓ قال قال رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا ولغ الکلبُ فی اناء أحدِکم فلیھرقہ ولیغسلہ ثلاث مرّاتٍ۔

حدیث باب حنفیہ کے خلاف ہے مگراس کا جواب یہ ہے کہ اس حدیث کو استحباب پر محمول کرینگے یعنی سات مرتبہ دھلنا مستحب ہے کیونکہ حدیث کے راوی حضرت ابوہریرہؓ کا فتویٰ یہ ہے کہ تین مرتبہ دھلنے سے برتن پاک ہوجاتا ہے لہٰذا تثلیث کے فتوے کو وجوب پر اور تسبیع کے فتوے کو استحباب پر محمول کیا جائیگا تاکہ دونوں میں تعارض نہ رہے۔

(ج) یہاں سے امام ابوداؤدؒ محمد بن سیرین کے دوسرے تلامذہ کے بارے میں بتلارہے ہیں کیونکہ محمد بن سیرین کے تلامذہ مختلف ہیں اس حدیث کی سند میں ہشام تھا اور دو کا ذکر اور ہے یعنی ایوب اور حبیب کا کہ جسطرح ہشام محمد بن سیرین سے روایت کرتے ہیں اسی طرح ان دونوں یعنی ایوب اور حبیب نے بھی نقل کیا ہے معلوم ہوا کہ محمد بن سیرین کے تلامذہ اسی طرح روایت کرتے ہے اب سوال یہ کہ تشبیہ کس بات میں ہے کیونکہ یہاں رواۃ کے دو اختلاف ہیں ایک حدیث کے موقوف اور مرفوع ہونے کا اور ایک اُولٰھُنَّ بالتُّراب کا اسلئے کہ بعض نے کہا کہ السّابعة بالتراب معلوم ہوتا ہے کہ تشبیہ ثانی اختلاف میں ہے اور مطلب یہ ہے کہ محمد بن سیرین کے تلامذہ میں جسطرح ہشام نے اُولٰھُنَّ بالتُّراب نقل کیا ہے اسی طرح ایوب اور حبیب نے بھی اُولٰھُنَّ بالتراب نقل کیا ہے (یعنی معلوم یہ ہوا کہ کذالک سے تشبیہ اُولٰھُنَّ بالتراب میں دی گئی ہے)۔

ابوداؤد شریف ص ۱۰

(۱۲) سوال: حدثنا قتادة أن محمد بن سيرين حدثه عن أبي هريرة أن النبيّ صلى الله عليه وسلم قال إذا وَلَغَ الكلبُ في الإناءِ فاغسِلُوهُ سَبعَ مرّاتٍ. السّابِعَةَ بِالتُّرابِ: قال ابو داؤد. وأمّا ابو صالح وابو رزين والأعرج وثابت الأحنف، وهمام بن مُنَبّهٍ وابو السُّدّيّ عبد الرحمان رَوَوْه عن أبي هريرةَ ولَمْ يَذْكُرُوا التُّراب.

(الف) قال ابو داؤد الىٰ اخره کا مطلب بیان کریں (ب) سور کلب میں ائمہ اربع کے مذاہب کو بیان کریں اور ہر ایک کی دلیل تحریر کریں (ج) امام ابوحنیفہؒ کی طرف سے اس حدیث کا جواب تحریر کریں۔

جواب (الف) امام ابوداؤدؒ یہاں سے یہ بیان فرماتے ہیں کہ یہ چھ حضرات یعنی

ابوصالح ،ابورزین ،عبدالرحمان بن ہرمز الاعرج ،ثابت ، ہمام بن منبہ ،اور ابوسدی۔
عبدالرحمان جب حضرت ابوہریرہؓ سے روایت کرتے ہیں تو تراب کا بالکل ہی تذکرہ نہیں کرتے یعنی حضرت ابوہریرہ کے ایک شاگرد محمد بن سیرین تو تراب کا ذکر کرتے ہیں جیسا کہ اس روایت میں **السّابعة بالتراب** ہے اور حضرت ابوہریرہ کے یہ چھ شاگرد تراب کا ذکر نہیں کرتے ہیں بس اس روایت کو سبع مراتِ تک ذکر کرتے ہیں۔

(ب) سورکلب کے بارے میں ائمہ اربعہ کے مذاہب سوال نمبر ۱۱ میں گزر گئے ہیں۔

(ج) اس کا جواب یہ ہے کہ اسکو یعنی اس حدیث کو استحباب پر محمول کرینگے یعنی سات مرتبہ دھلنا مستحب ہے۔

ابوداوٗد شریف ص ۱۱

(۱۳) سوال: عن كَبشةَ بنتِ كعبِ بن مالكٍ و كانت تحتَ ابن ابي قتادةَ ' أنَّ اباقتادةَ دَخلَ فسكبتُ له وَضوءً فَجاءَ تْ هِرَّةٌ فَشرِبَتْ مِنه فَاَصْغىٰ لَهَا الْاِنَاء حتّى شَرِبَت قالت كبشةُ :فَراني انظُرُ اليه 'فَقَالَ: اَتَعْجَبِيْنَ يَا ابْنَةَ اخِي فَقُلْتُ: نعم'فقال انَّ رسولَ الله صلى الله عليه وسلم قال :انَّهَا لَيْسَتْ بِنَجِسٍ.

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کیجئے اور مطلب بیان کیجئے۔(ب) ائمہ کرام کے مذاہب مع دلائل لکھئے اور مسلک احناف کی ترجیح سپرد قلم فرمائیں۔

جواب (الف) حضرت کبشہ بنت کعب جو عبداللہ بن ابی قتادہ کی بیوی ہے اس سے روایت ہے کہ ابوقتادہ ان کے پاس آئے کبشہ ان کو وضوء کرا رہی تھیں اسی دوران ایک بلی آئی اور برتن سے پانی پینے لگی تو ابوقتادہ نے برتن کو اس کی طرف جھکا دیا یہاں تک کہ بلی

نے اس سے پی لیا کبشہ کہتی ہیں کہ ابوقتادہ نے مجھکو دیکھا کہ میں ان کی طرف (گھور کر) دیکھ رہی ہوں؛ ابوقتادہ نے کہا کہ کیا تو تعجب کرتی ہے اے میری بھتیجی؛ میں نے کہا کہ ہاں. ابوقتادہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ بلی نجس نہیں ہے وہ گھروں میں بکثرت آنے جانے والوں میں سے ہے یا بکثرت آنے جانے والے جانوروں میں سے ہے تحفۃ الالمعی صفحہ ۲۵۶ اسح الحمو میں ترجمہ لکھا ہے کہ وہ تو پھیرا کرتی ہے تمہارے اوپر صفحہ ۲۳۷۔

مطلب حدیث الباب کا خلاصہ یہ ہے کہ ایک روز کبشہ کے خسر ابوقتادہؓ ان کے گھر مہمان ہوئے. کبشہ نے ان کو وضوء کرانا شروع کی. جب یہ وضوء کرا رہی تھیں تو ایک بلی آئی اور اس برتن میں پانی پینے لگی جس برتن سے ابوقتادہ کو وضوء کرا رہی تھیں. ابوقتادہؓ نے اس برتن کو بلی کی طرف اور جھکا دیا تا کہ بلی آسانی سے پانی پی لے ابوقتادہؓ سے کبشہ منع تو ادبا نہ کرسکیں لیکن تعجب سے ان کے اس عمل کو دیکھنے لگیں. جب ابوقتادہ نے کبشہ کو اسطرح دیکھتے ہوئے دیکھا تو فرمایا کہ تو تعجب سے کیوں دیکھ رہی ہے بلی کا جھوٹا پاک ہے نجس نہیں ہے. اس کے بعد حضرت ابوقتادہؓ نے حضرت کبشہ کو یہ حدیث سنائی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ بلی ناپاک نہیں. وہ تو گھروں میں کثرت سے آتی جاتی ہے، جس کی وجہ سے اس سے بچنا مشکل ہے اسلئے بلی کا سور معاف ہے۔

(ب) سور ہرہ امام اوزاعیؒ کے نزدیک نجس ہے ائمہ ثلاثہ یعنی امام شافعیؒ امام مالکؒ و احمدؒ اور امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک مکروہ ہے. پھر حنفیہ میں سے امام طحاویؒ مکروہ تحریمی کہتے ہیں اور امام کرخیؒ مکروہ تنزیہی اکثر حنفیہ نے کرخی کی روایت کو ترجیح دی ہے اور کراہت تنزیہی پر فتوئی دیا ہے۔

دلیل امام اوزاعیؒ کا استدلال مسند احمد وغیرہ میں حضرت ابوہریرہ کی حدیث ہے اس حدیث میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا السِّنَّوْرُ سبع یہ لمبی حدیث ہے اس

حدیث کے آخری جملہ میں السنور سبع سے امام اوزاعیؒ کا استدلال ہے کہ اس جملہ میں بلی کو درندہ قرار دیا گیا ہے اور درندوں کا سؤر نجس ہے لہذا بلی کا سؤر بھی نجس ہوگا۔

دلیل ائمہ ثلاثہ اور حضرت امام ابو یوسفؒ کا استدلال حضرت ابوقتادہ کی حدیث باب سے ہے یعنی ان کی دلیل حضرت ابوقتادہ کی حدیث ہے اور اسی باب کی دوسری حدیث سے۔

دلیل حنفیہ کی مستدل وہ حدیث ہے جسکو امام طحاوی نے شرح معانی الآثار باب سورالہرہ میں ذکر کیا ہے۔ **عن أبی هريرة عن النبی صلی الله عليه وسلم قال طهورُ الانـاء اذا وَلَـغَ فيـه الهـرةُ أن يُغسَلَ مرةً أو مرتين.** اسی طرح طحاوی میں حضرت ابوہریرہؓ کا یہ اثر ہے **يعسل الاناء منَ الهر كما يغسل من الكلب.**

حضرت امام اوزاعیؒ کی دلیل کے دو جواب ہیں ۔

۱۔ علامہ زیلعیؒ نے نصب الرایہ میں یہ تحریر فرمایا ہے کہ یہ حدیث ضعیف ہے۔

۲۔ اگر اس حدیث کو قابل استدلال بھی مان لیا جائے تو یہ کہا جائیگا کہ ہرّہ علت طواف اور عموم بلوٰی کی بناء پر سؤر سباع کے حکم سے خارج ہے۔

ائمہ ثلاثہ اور حضرت امام ابو یوسفؒ کی دلیل کا جواب یہ ہیکہ جو حدیث انکا مستدل ہے اس سے استدلال تام نہیں ہوتا کیونکہ ان کا استدلال صحابی ابوقتادہؓ کے فعل سے ہے اور حجت حضور ﷺ کا قول ہوتا ہے۔

اور حضور ﷺ کا یہ ارشاد انها ليست بنجس الخ تو ہوسکتا ہے کہ اسکا تعلق سؤر سے نہ ہو بلکہ ملامسۃ ثیاب وفراش سے ہو یعنی گھروں میں جو بلیاں رہتی ہیں وہ انسانوں کے لحاف اور بستر میں آکر بیٹھ جاتی ہے تو اس میں اس کی گنجائش دی گئی ہے یا پھر یہ کہا جائے کہ باب کی دونوں روایات کراہت تنزیہی جو جواز کا ایک شعبہ ہے اس پر محمول ہیں اور حنفیہ کا مستدل کراہت پر محمول ہوگی۔

شیخ ابن ہمامؒ فرماتے ہیں کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ سؤر ہرہ اپنی اصل کے اعتبار سے نجس ہے لیکن عموم بلویٰ کی وجہ سے اس کی اجازت دی گئی. یہ علت خود کراہت تنزیہی پر دلالت کرتی ہے اور باب کی دوسری حدیث اپنی سندی حیثیت سے قابل استدلال نہیں .درس ترمذی صفحہ ۳۲۶ انسح المحمود صفحہ ۲۴۰۔

ابوداؤد شریف ص ۱۱

(۱۴) سوال: سَالَ رَجُلٌ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم فَقَا ل یا رسول اللّٰه اِنَّا نَرْكَبُ البحر ونحمِلُ مَعَنَا القَلِيْلَ مِنَ المَاءِ فَاِنْ توضَّانَا بِهٖ عَطِشْنَا اَفَنَتَوَضَّأُ بِمَاءِ البَحْرِ فقالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم هُو الطُّهُورُ مَاؤهٗ والْحِلُّ مَيْتَتُهٗ .

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کیجئے اور مطلب بیان کیجئے: (ب) ماء بحر کی طہارت کے بارے میں صحابی کو تردد کیو ہوا (ج) سائل نے ماء بحر کے متعلق سوال کیا نبی کریم ﷺ نے مزید الحل میتۃ کیوں فرمایا (د) میتہ بحر کے بارے میں ائمہ کے مذاہب مع دلائل تحریر کریں

جواب (الف) ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ یارسول اللہ! ہم سمندر میں سوار ہوتے ہیں. اور پینے کے لئے تھوڑا سا پانی اپنے ساتھ رکھ لیتے ہیں. اگر ہم اس سے وضوء کرلیں تو پیاسے رہیں تو کیا ہم سمندر کے پانی سے وضوء کرسکتے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواباً فرمایا سمندر کا پانی پاک ہے اور اس کا مردہ حلال ہے۔

اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ قبیلہ ءبنی عبدالدار کے ایک صاحب جن کا نام مغیرہ تھا وہ ابوہریرہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ قبیلہ ءبنی مُدلج کے ایک صحابی نے نبی کریم ﷺ سے سوال کیا کہ ہم سمندر کا سفر کرتے ہیں اور اپنے ساتھ پینے کیلئے تھوڑا سا پانی لے جاتے ہیں

اب اگر ہم اس پانی سے جو ہم لیجاتے ہیں وضوء کریں تو ہم پیاسے مریں گے کیونکہ سمندر کا پانی پینے کے قابل نہیں ہوتا تو کیا ہم سمندر کے پانی سے وضوء کر سکتے ہیں تو آپ ﷺ نے فرمایا :سمندر کا پانی پاک کرنے والا ہے اس کا مردار حلال ہے یعنی اس سے وضوء وغیرہ سب کر سکتے ہیں۔

(ب) ماء بحر کی طہارت کے بارے میں صحابی کو تردد اسلئے تھا کہ سمندر بے شمار جانوروں کا مسکن ہے اور اس میں ہر روز ہزاروں جانور مرتے رہتے ہیں اور سمندر ہی میں گل سڑ کر ختم ہو جاتے ہیں لہذا ان مردار جانوروں کی وجہ سے سمندر کا پانی نجس ہونا چاہئے اس وجہ سے صحابی کو تردد ہوا تھا۔

(ج) اسکے دو جواب ہیں ا۔الحل میتتہ درحقیقت ماء البحر کے طاہر ہونے کی دلیل ہے وہ اس طرح کہ ماء البحر کے طاہر ہونے میں یہ کلام ہو سکتا ہے کہ اس کے اندر تو بکثرت جانور مرتے رہتے ہیں۔پھر اسکا پانی طاہر و مطہر کیسے رہیگا۔اس کا ازالہ آپ ﷺ نے اس طرح فرمایا کہ میتۃ البحر بھی پاک ہے لہذا پانی بھی پاک رہیگا لیکن اس صورت میں الحل بمعنیٰ طاہر ہوگا۔

۲۔یہ جواب علیٰ اسلوب الحکیم ہے جسمیں سائل کے فائدے اور ضرورت کو ملحوظ رکھا گیا ہے۔کہ اس طرح ان لوگوں کو ماء البحر کی ضرورت ہوتی ہے اسی طرح اس بحری سفر میں کھانے کی ضرورت بھی پیش آسکتی ہے۔تو آپ ﷺ نے پیشگی ان کے طعام کے بارے میں سوال کرنے سے پہلے ہی میتۃ البحر یعنی طعام کے بارے میں جواب دے دیا اسی کا نام جواب علیٰ اسلوب الحکیم ہے اس میں سوال کی مطابقت زیادہ ملحوظ نہیں ہوتی بلکہ مخاطب کی ضرورت اور حاجت پیش نظر ہوتی ہے۔

(د) میتۂ بحر کے بارے میں ائمہ کرام کے مذہب یہ ہیں۔

امام مالک کا مسلک یہ ہے کہ خنزیر بحری کے سوا تمام جانور حلال ہیں۔

امام ابوحنیفہؒ کا مسلک یہ ہے کہ سمک کے علاوہ تمام دریائی جانور حرام ہیں سمک طافی بھی حلت سے مستثنیٰ ہے۔

امام شافعیؒ سے اس بارے میں چار قول منقول ہیں ا۔ضفدع کے سوا باقی تمام جانور حلال ہیں: علامہ نوویؒ نے امام شافعیؒ کے اس قول کو ترجیح دیکر اس کو شافعیہ کا مفتی بہ قول قرار دیا ہے: باقی قول دیکھنے کیلئے دیکھیے درس ترمذی صفحہ ۹ ۱۲۷السیح المحمود صفحہ ۲۵۲۔

مالکیہ اور شافعیہ کے دلائل ا۔اُحِلَّ لکم صید البحر وطعامه اس آیت قرآنی میں لفظ صید عام ہے۔ اسلئے تمام جانور حلال ہونگے۔

۲۔حدیث باب میں الحل میتتہ کے الفاظ ہر ایک میتہ کی حلت بیان کررہے ہیں۔

۳۔حدیث العنبر سے بھی مالکیہ اور شافعیہ کا استدلال ہے: فالقیٰ لنا البحر دابّۃً لفظ دابہ بتلا رہا ہے کہ وہ جانور مچھلی کے علاوہ اور کوئی چیز تھی پھر امام مالکؒ ایک آیت قرآنی ولحم الخنزیر کے عموم کی وجہ سے خنزیر بحری کو حلت سے مستثنیٰ کرلیتے ہیں اور امام شافعیؒ حدیث نہی عن قتل الضفدع کی بناء پر ضفدع کو حلت سے مستثنیٰ کر لیتے ہیں۔

حنفیہ کے دلائل ا۔اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبَائِثَ وجہ استدلال یہ ہے کہ خبائث سے مراد وہ مخلوقات ہیں جن سے طبیعتِ انسانی گھن کرتی ہے لہذا سمک کے علاوہ دوسرے دریائی جانور خبائث میں داخل ہونگے کیونکہ وہ دوسرے جانور ایسے ہیں جن سے طبیعت انسانی گھن محسوس کرتی ہے

۲۔حُرِّمت علیکم المیتة اس آیت سے معلوم ہوا کہ ہر میتہ حرام ہے سوائے اس میتہ کے جس کی تخصیص دلیل شرعی سے ثابت ہے اور دلیل شرعی سے صرف دو میتہ کی تخصیص ہے امچھلی ۲ ٹڈی اور وہ دلیل شرعی یہ حدیث شریف ہے اُحِلت لنا میتتانِ ودمانِ فاما المیتتانِ فالحوت والجراد واما الدمان فالکبِدُ والطّحالُ درس ترمذی صفحہ ۲۸۰۔

ابوداؤد شریف ص۱۲

(۱۵)سوال: عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بن مَسْعُودٍ اَنَّ النَّبِیَّ صلی اللہ علیہ وسلم قال لَیْلَۃُ الجِنِّ مَافِی اداوَ تِکَ ، قَالَ نبیذٌ قال تَمرَۃٌ وَمَاءٌ طَھُوْرٌ .

(الف) اعراب لگایئے اور ترجمہ کیجئے (ب) ابوداؤد نے اس حدیث کے خلاف ابن مسعود ہی کی ایک دوسری حدیث کونسی پیش کی ہے تحریر کریں۔(ج) نبیذ تمر کے اقسام بیان کریں اور تحریر کریں کہ نبیذ تمر کی کس قسم میں ائمہ کا اختلاف ہے امام ابوحنیفہؒ کا آخری قول کیا ہے۔(د) اس حدیث پر محدثین نے کیا کلام کیا ہے اس کو مع جواب تحریر کریں۔

جواب (الف) حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ لیلۃ الجن میں آنحضر ﷺ نے ان سے کہا کہ تمہاری چھاگل (برتن) میں کیا ہے؛ انہوں نے کہا کہ نبیذ ہے آپ ﷺ نے فرمایا کہ کھجور پاک ہے اور پانی پاک کرنے والا ہے۔

(ب) حدثنا وھیب عن دائود عن عامرٍ عن علقمۃَ قال : قلت لِعَبدِاللہ ابن مسعودٍ مَن کان منکم مَعَ رَسُو لِ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لَیْلَۃَالجِنِّ . فقال :مَاکَانَ مَعَہ' مِنَّا اَحَدٌ.

(ج) تین قسمیں ہیں

۱رغیر مطبوخ، غیر مسکر، غیر متغیر، غیر حلو، رقیق۔

۲رمطبوخ، مسکر، غلیظ جس کی رقت وسیلانیت ختم ہوگئی ہو۔

۳رحلو رقیق غیر مطبوخ غیر مسکر اسی قسم میں یعنی تیسری قسم میں ائمہ کا اختلاف ہے۔

ائمہ ثلاثہ اور جمہور امام ابو یوسفؒ بھی اسی کے قائل ہیں کہ اس سے وضوء جائز نہیں یہاں تک کہ اگر دوسرا پانی موجود نہ ہو تو تیمم متعین ہے اور یہ ہی ایک روایت امام صاحب کی بھی ہے۔

امام اعظمؒ کی مشہور روایت اور سفیان ثوری کا مسلک یہ ہے کہ اس سے وضوء کریں اور تیمم ناجائز ہے۔

امام محمدؒ کا مسلک یہ ہے کہ اگر دوسرا پانی موجود نہ ہوتو پہلے اس سے وضوء کرلے بعد میں تیمم کرلے امام ابوحنیفہؒ کی ایک روایت یہ بھی ہے۔

اسحٰق ابن راہویہ کا مسلک یہ ہے کہ وضوء واجب ہے اور اس کے بعد تیمم مستحب ہے علامہ کاسانیؒ نے بدائع الصنائع میں نقل کیا ہے کہ امام صاحب نے آخر میں پہلے قول کی طرف رجوع کرلیا تھا یعنی ایسی نبیذ سے وضوء کرنا جائز نہیں ہے معلوم ہوا کہ امام صاحب کا آخری قول یہ ہے کہ ایسی نبیذ سے وضوء کرنا جائز نہیں ہے۔

(د) اکثر محدثین نے حدیث الباب کو بچند وجوہ معلل قرار دیا ہے۔

۱/ ابوزید کی جہالت .امام ترمذیؒ فرماتے ہیں کہ ابوزید مجہول راوی ہیں اس حدیث کے علاوہ ان کی اور کوئی روایت نہیں ہے۔

۲/ ابوفزارہ میں اختلاف امام احمدؒ فرماتے ہیں کہ ابوفزارہ دو ہیں جو اس سند میں ہیں وہ مجہول ہے۔

۳/ ابن مسعودؓ کا لیلۃ الجن میں حضورﷺ کے ساتھ ہونا خود ان کی تصریح کے مطابق ثابت نہیں چنانچہ مصنفؒ باب میں دوسری حدیث مَا کان مَعَه مِنَّا أَحَدٌ لا رہے ہیں کہ ہم میں سے کوئی بھی حضورﷺ کے ساتھ لیلۃ الجن میں نہیں تھا۔

۴/ یہ حدیث اخبار آحاد میں سے ہے اور خبر واحد کے ذریعہ کتاب اللہ پر زیادتی کرنا صحیح نہیں لیکن صحیح بات یہ ہے کہ حدیث الباب اگرچہ صحت سے کم ہے لیکن متابعات کی بناء پر حسن درجہ کی ضرور ہوگی۔

جواب ابوزید کی جہالت کے بارے میں ابن العربیؒ عارضۃ الاحوذی میں فرماتے

ہیں کہ اس حدیث کو ابوزید سے ابوفزارہ کے علاوہ ابوروق بھی روایت کرتے ہیں لہذا جب کسی راوی سے روایت کرنے والے دو ہوں تو مروی عنہ مجہول نہیں رہتا۔

جواب۲ /ابوفزارہ کے بارے میں ابن عبدالہادیؒ نے امام احمد کا تعاقب کرتے ہوئے ان کے اس قول کو مردود قرار دیا ہے؛ بلکہ کہا ہے کہ امام احمد کی طرف اس قول کی نسبت ہی غلط ہے کہ ابوفزارہ مجہول ہیں۔

جواب۳ /لیلۃ الجن کا واقعہ کئی مرتبہ پیش آیا۔ ہوسکتا ہے کہ جس مرتبہ کے بارے میں علقمہ نے ابن مسعودؓ سے سوال کیا ہو اس مرتبہ وہ آپ ﷺ کے ساتھ نہ ہوں اور یہ بھی ممکن ہے کہ خاص مقام تعلیم میں جہاں آپ ﷺ نے جنات کو احکامات بتلائے اور ان کے مقدمات کو حل کیا آپ حضور ﷺ کے ساتھ نہ تھے جیسا کہ روایت سے معلوم ہوا کہ آپ ﷺ ابن مسعودؓ کو ایک دائرہ میں بٹھا گئے تھے۔

جواب۴ /اس کا جواب یہ ہوسکتا ہے کہ وضوء بالنبیذ کے بعض اکابر صحابہ بھی قائل ہیں۔ لہذا اس حدیث کو عمل صحابہ اور تلقی بالقبول کی وجہ سے مشہور کا درجہ دیا جاسکتا ہے۔ اور اس قسم کی حدیث سے کتاب اللہ میں تخصیص ہوسکتی ہے حاصل یہ ہے کہ یہ حدیث قابل استدلال ہوسکتی ہے۔

ابوداوٗد شریف ص۱۴

(۱۶) سوال: عن ابی هريرةَ قال: قالَ رسولُ اللهِ صلى الله عليه وسلمَ لَا صَلٰوةَ لِمَنْ لَاوُضوءَ لَهٗ وَلَا وُضوءَ لِمَنْ لَمْ يَذْكُراسمَ اللهِ عليه وَ ذَكَرَ رَبيعةُ أنَّ تفسيرَحديث النبى صلى الله عليه وسلم لَاوُضُوءَ لِمَنْ لَمْ يَذْكُراسمَ اللهِ عليه: أنّه الذى يَتوضأ ويغتسلُ وَلَا يَنوِى وُضوءً للصَّلاةِ وَلَا غُسْلاً لِلْجَنَابَةِ

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کیجئے (ب) امام ابوحنیفہؒ کا مذہب بیان کریں نیز یہ حدیث اگر ان کے مذہب کے خلاف ہو تو اسکا جواب تحریر کریں (ج) ربیعہ نے حدیث کا جو مطلب بیان کیا ہے وہ مطلب کیسے صحیح ہوگا؛ اس کی توضیح کریں۔

جواب: (الف) حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس کا وضوء نہ ہو اس کی نماز نہیں اور جس نے وضوء کے شروع میں اللہ تعالیٰ کا نام نہیں لیا اس کا وضوء نہیں ہوا: ربیعہ الرائے نے آپ ﷺ کی حدیث لا وضوء الخ کی تفسیر یہ بیان کی ہے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ جو شخص وضوء یا غسل کرے اور اس وضوء سے نماز کی اور غسل سے جنابت دور کرنے کی نیت نہ کرے (تو اس کا وضوء اور غسل درست نہیں)۔

(ب) امام ابوحنیفہؒ کا ایک قول یہ ہے کہ تسمیہ مستحب ہے اور ایک دوسرا قول سنت کا ہے یعنی دو قول ہیں ایک سنت کا اور ایک مستحب کا۔

یہ حدیث حضرت امام ابوحنیفہؒ کے خلاف ہے اس کا جواب یہ ہے کہ یہاں نفی کمال کی ہے نفی شیئ کی نہیں ہے جیسا کہ اسحاق ابن راہویہ اور داؤد ظاہری وغیرہ نے مراد لیا ہے؛ اور اگر لا نفی کو نفی کمال پر محمول کریں گے تو اس صورت میں یہ حدیث بھی حنفیہ کے خلاف نہیں ہوگی۔

(ج) ربیعہ نے حدیث کی یہ تفسیر کی ہے کہ یہاں مراد تسمیہ نہیں؛ بلکہ اسم اللہ سے مراد نیت ہے اسلئے کہ جس نے وضوء کیا اور نماز کی نیت کی تو گویا اس نے اپنے دل میں اللہ کا نام لیا، اگر چہ اس نے اپنی زبان سے نہیں کہا، گو اس سے مراد ان کے نزدیک ذکر قلبی ہے، یاد رہے کہ ربیعہ کی یہ تفسیر نیت فی الوضوء کے عدم وجوب میں حنفیہ کے مخالف نہیں اسلئے کہ اجر و ثواب کے حصول کے لئے تو حنفیہ بھی نیت کے قائل ہیں؛ یعنی نیت کرنے پر ہی ثواب ملے گا۔

ابوداؤد شریف ص ۱۴

(۱۷)سوال :عن يعقوبَ بن سَلَمَةَ عَن أبيهِ عن أبي هريرة قال قال رسولُ الله صلى الله عليه وسلم لَا صَلٰوةَ لِمَنْ لَاوُضوءَ له وَلَا وُضُوءَ لِمَنْ لَمْ يَذكُراسمَ اللهِ عليه.

(الف) یعقوب اور عن ابیہ کے متعلق علماء کے اقوال تحریر کریں (ب) وضوء میں بسم اللہ پڑھنے کے سلسلہ میں ائمہ کے مذہب پھر ہر ایک کی دلیل تحریر کریں۔

جواب: (الف) یعقوب بن سلمہ: علامہ ذہبیؒ نے میزان الاعتدال میں ان کے بارے میں لکھا ہے شیخ لیس بعمدة اسی طرح امام بخاریؒ فرماتے ہیں لایعرف له سماع من أبيه یعنی ان کا اپنے والد سے سماع نہیں ہے۔

عن أبيه

اس سے مراد یعقوب کے والد سلمہ لیثی ہیں ابوداؤد اور ابن ماجہ میں ان کی یہی ایک روایت ہے اس کے علاوہ صحاح میں ان کی کوئی روایت نہیں ملتی؛ ان کا ابوہریرہ سے سماع ثابت نہیں ہے۔

(ب) حنفیہ، شافعیہ، مالکیہ، اور حنابلہ؛ چاروں سے ایک روایت سنیت کی ہے اور ایک استحباب کی، حنفیہ میں سے صاحب ہدایہ نے استحباب کی روایت کو ترجیح دی ہے امام مالکؒ سے ایک روایت استحباب کی روایت کے علاوہ تسمیہ عندالوضوء کے بدعت ہونے کی بھی ہے۔ لیکن قاضی ابوبکر ابن العربیؒ نے بدعت کی روایت کا انکار کیا ہے اسلئے مالکیہ اور شافعیہ کے نزدیک اصح یہ ہے کہ تسمیہ عندالوضوء مسنون ہے۔

حنابلہ کی دو روایتوں میں سے استحباب کی روایت کو فقہ حنبلی کے مستند راوی علامہ ابن

قدامہؒ نے ترجیح دی ہے، امام احمد کی طرف وجوب کی نسبت صحیح نہیں ہے اسحاق ابن راہویہ اور بعض اہل ظواہر کے یہاں تسمیہ عندالوضوء واجب ہے دلیل لَا وُضوءَ لِمَن لَم یذکر اسم الله تعالیٰ اسمیں نفی سے مراد نفی صحت کی ہے۔

جمہور کی دلیل آپ ﷺ نے فرمایا من توضأ فذکر اسم الله تعالیٰ علی وُضوئہٖ کان طَهوراً لِجَسدِهٖ :قال ومن توضأ ولم یذکر اسم الله علیه کان طهوراً لأعضائهٖ اس دلیل کے علاوہ اس کی بہت ساری دلیلیں ہیں تفصیل کیلئے درس ترمذی صفحہ ۲۳۰ا لسمح المحمود ۱۲۹۔

ابوداؤ شریف ص (۱۵)

(۱۸) سوال: حدثنا یحییٰ بنُ آدمَ قال: اسرائیلُ عَنِ عامرِ بنِ شقیقِ ابنِ جَمْرةَ عَن شقیقِ بنِ سلَمَةَ قال:رأیتُ عثمانَ بنَ عَفَّانَ غَسَلَ ذِرَاعَیهِ ثلاثاً ثلاثاً ‘وَمَسَحَ رَاسَه‘ ثلثاً ‘ثم قال:رأیتُ رَسولَ الله صلی الله علیه وسلم فَعَلَ هٰذا قال ابو داؤد رَواه وکیعٌ عَن اسرائیلَ قال تَوضَّأ ثلاثاً قَط .

(الف) ترجمہ ومطلب تحریر کریں (ب) حضرت عثمان کی وہ احادیث جو مسح رأس کے بارے میں وارد ہوئی ہے ان کے متعلق امام ابوداؤد کیا کہتے ہیں تحریر کریں پھر قال ابوداؤد کا مقصد واضح کریں۔

جواب: (الف) حضرت شقیق بن سلمہ کہتے ہے کہ میں نے حضرت عثمانؓ کو دیکھا کہ انہوں نے اپنے دونوں ہاتھوں کو تین تین بار دھویا، اور تین مرتبہ سر کا مسح کیا، پھر فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ کرتے ہوئے دیکھا. امام ابوداؤدؒ نے کہا کہ اس حدیث کو اسرائیل سے وکیع نے روایت کیا تو صرف توضأ ثلاثا کہا (یعنی تثلیث فی المسح کو بیان نہیں کیا)

اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ حضرت شقیق بن سلمہ کہتے ہیں کہ حضرت عثمان کو دیکھا

کہ انہوں نے اپنے دونوں ہاتھوں کو تین تین بار دھویا اور تین مرتبہ سر کا مسح کیا اور پھر حضرت عثمان بن عفانؓ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ کرتے ہوئے دیکھا یعنی پہلے تین تین بار ہاتھوں کو دھلا اور پھر تین مرتبہ سر کا مسح کیا یعنی حضرت عثمان بن عفانؓ تثلیث فی المسح کو بتلانا چاہتے ہیں۔

(ب) حضرت عثمان کی وہ احادیث جو مسح رأس کے بارے میں وارد ہوئی ہے اس کے بارے میں حضرت امام ابوداؤدؒ فرماتے ہیں کہ وہ اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ سر کا مسح ایک بار کیا کیونکہ جب راوی بقیہ اعضاء کے بارے میں تفصیل بیان کرتا ہے تو ثلاثا کی قید لگاتا ہے اور جب مسح رأس کو بیان کیا تو صرف مَسَحَ رَأسَہ کہا تو اگر مسح رأس بھی تین مرتبہ ہوتا تو راوی یہاں بھی ثلاثا کی قید لگاتا: مکمل حدیث دیکھنے کیلئے السمح المحمود صفحہ ۳۱۵۔

قال ابوداؤد: مصنفؒ فرماتے ہیں کہ اسرائیل کے دوشاگرد یحیی ابن آدم ہیں ۲ روکیع. یہ روایت یحیٰ بن آدم کے طریق سے ذکر کی گئی ہے اور اسمیں ہے مسح راسہ ثلاثاً ؛ جبکہ وکیع اسی روایت کو جب اسرائیل سے نقل کرتے ہیں تو وہ مسح راسہ ثلاثاً نہیں کہتے ،لہذا یحیٰ کی روایت وکیع کی روایت کے مخالف ہوگئی اور جب یحیٰ بن آدم کی روایت وکیع کی روایت کی مخالفت کرے تو وکیع کی روایت راجح اور یحیٰ کی مرجوح ہوتی ہے کیونکہ وکیع یحیٰ کے مقابلے میں اقویٰ ہیں ؛ نیز یحیٰ کی سند میں عامر بن شقیق راوی بھی ہیں اور یہ کمزور ہیں لہذا تثلیث فی المسح کی روایت مرجوح ہے۔(السمح المحمود ص/۳۱۹)

ابوداؤد شریف ص ۱۶

(۱۹) سوال : انا خالدٌ عَن عمرو بن یحییٰ المازنیِّ عَن عبداللہِ بن زیدِ بن عاصم بھٰذا الحَدیثِ ،قال: فمضمض وَاستَنشَقَ مِن کَفٍّ واحِدٍ یفعَلُ ذٰلِکَ ثَلاثاً ثُمَّ ذَکَرَ نَحوَہ.

(الف) مضمضہ اور استنشاق کی کیفیت لکھیں (ب) ائمہ اربعہ کے مذاہب مع دلائل تحریر کریں (ج) حدیث بالا میں جو حدیث مذکور ہے عمر بن یحی سے خالد کے علاوہ اور بھی کوئی نقل کر رہا ہے یا نہیں اسکو بھی تحریر کریں احناف اس حدیث کا کیا جواب دیتے ہیں۔

جواب: (الف) مضمضہ اس کے معنی تحریک الماء فی الفم کے ہے اس کا صحیح طریقہ یہ ہے کہ پانی کو منہ میں داخل کر کے اس کو منہ میں گھمائے اور اگل دے۔

استنشاق: ناک میں پانی داخل کرنا اوپر کو چڑھانا۔

(ب) امام احمدؒ کے نزدیک دونوں یعنی مضمضہ اور استنشاق وضوء اور غسل دونوں میں واجب ہے دلیل حضرت سلمہ بن قیسؓ کی روایت جس کو امام ترمذیؒ نے باب ماجاء فی المضمضة والاستنشاق کے تحت نقل کیا ہے جس کے الفاظ یہ ہیں اذا توضات فانتثر اس میں صیغہ امر وجوب پر دلالت کر رہا ہے اور مضمضہ کے وجوب پر ان کی دلیل ابوداؤد کی وہ روایت ہے جو حضرت لقیط بن صبرہ کے طریق سے مروی ہے اذا توضات فمضمض اسمیں صیغہ امر وجوب پر دلالت کر رہا ہے۔

امام مالک اور امام شافعیؒ کے نزدیک دونوں وضوء اور غسل میں سنت ہے دلیل عشر من الفطرة والی مشہور حدیث ہے جسمیں مضمضہ اور استنشاق کو بھی شمار کیا گیا ہے نیز ابوداؤد میں ایک روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ایک اعرابی سے فرمایا توضات کما أمرک الله اور قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کا کوئی امر مضمضہ اور استنشاق سے متعلق نہیں ہے معلوم ہوا کہ یہ دونوں چیزیں سنت ہیں واجب نہیں۔

امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک مضمضہ اور استنشاق وضوء میں سنت اور غسل میں واجب ہیں وضوء کے باب میں حنفیہ کی دلیل وہ ہی ہے جو شافعیہ اور مالکیہ کی ہے۔

غسل کے باب میں دلیل یہ ہے امام دارقطنیؒ نے اپنی سنن میں محمد بن سیرینؒ سے مرسلاً یہ روایت نقل کی ہے أمَرَ رسول الله صلى الله عليه وسلم بالاِستنشاقِ من

الجَنَابَۃِ ثلاثاً اس روایت میں من الجنابۃ کی قید واضح طور پر یہ بتا رہی ہے کہ مضمضہ اور استنشاق کا جو حکم جنابت کی حالت میں دیا گیا ہے وہ وضوء والے حکم سے اعلیٰ ہے اور یہ بات متفق علیہ ہے کہ وضوء میں مضمضہ اور استنشاق کم از کم سنت ہے تو غسل میں ان کو واجب ہی کہا جا سکتا ہے اس کی اور بھی دلیلیں ہیں السمح المحمود صفحہ ۱۷۹ درس ترمذی صفحہ ۲۳۶ میں دیکھے۔

(ج) عمرو بن یحیٰ سے خالد کے علاوہ ان کے دوسرے شاگرد مالکؒ نقل کرتے ہیں اور مالکؒ کی روایت میں ثم تمضمض و استنشق ثلاثا ہے احناف اس کو جواز پر محمول کرتے ہیں کیونکہ حنفیہ کے نزدیک دو احتمال ہیں۔

ا۔ یہ ہے کہ اس کا مقصود تخصیص کف ہے یعنی جس ہاتھ سے مضمضہ کیا اسی ہاتھ سے استنشاق کیا، یعنی کف یمنیٰ سے۔

۲۔ یہ ہے کہ یہاں وحدت ماء کو بیان کیا جا رہا ہے کہ ایک ہی چلو پانی لیکر اسی سے مضمضہ کیا اور اسی سے استنشاق کیا یعنی جمع بین المضمضہ والاستنشاق کیا جو شوافع کے یہاں افضل ہے حنفیہ کے نزدیک فصل بین المضمضہ والاستنشاق افضل ہے جواز میں کوئی اختلاف نہیں گویا کہ حنفیہ نے اس حدیث کو جواز پر محمودل کیا ہے۔

ابوداؤد شریف ص ۱۹

(۲۰) سوال: عن ابی هريرة أنّ رسولَ الله صلى الله عليه وسلم قال: إذا توضأ احَدُكُمْ فَلْيَجْعَلْ فى أنفه ماءً ثُمّ لِيَنْثُر.

(الف) مضمضہ اور استنشاق فی الوضوء میں ائمہ کے مذاہب بیان کریں جو لوگ ان دونوں کے مسنون ہونے کے قائل ہیں ان کی دلیل تحریر کریں۔ (ب) فلیجعل امر کا صیغہ ہے جس کے حقیقی معنی وجوب کے ہے وجوب سے سنت اور استحباب پر محمول کرنے کا قرینہ تحریر کریں۔

جواب: (الف) جواب الف سوال نمبر ۱۹ میں گذر گیا۔

(ب) جمہور کہتے ہیں کہ یہاں پر امر وجوب کیلئے نہیں ہے بلکہ استحباب کیلئے ہے اور دلیل وہ روایت ہے جس کو امام ترمذیؒ نے اپنی جامع میں نقل کیا ہے جس کے الفاظ یہ ہیں توضا کما امرک الله الخ اس حدیث میں استنثار کا کوئی ذکر نہیں ہے اگر واجب ہوتا تو اس سے سکوت نہ کیا جاتا سکوت فرمانا اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ یہاں امر وجوب کے لئے نہیں بلکہ استحباب کیلئے ہے (السمح المحمود ص ۱/۳۶)۔

ابوداؤد شریف ص ۱۹

(۲۱) سوال: عن ثوبان قال بعث رسولُ الله صلى الله عليه وسلم سَرِيَّةً فَاَصَابَهُم الْبَرْدُ فَلَمَّا قَدِمُوا عَلیٰ رسول الله صلى الله عليه وسلم أَمَرَهُمْ أَنْ يَمْسَحُوا عَلَى الْعَصَائِبِ وَالتَّسَاخِين.

(الف) عبارت با اعراب لکھکر ترجمہ و مطلب تحریر کریں عصائب اور تساخین کی تحقیق بھی لکھیں (ب) مسح علی العمامہ کے بارے میں ائمہ کے مذاہب مع دلائل لکھئے (ج) حدیث مذکور حنفیہ کے مخالف ہے یا موافق اگر مخالف ہو تو اسکا جواب بھی تحریر کریں۔

جواب: (الف) حضرت ثوبانؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک سریہ بھیجا، سریہ والوں کو سردی لگ گئی؛ جب یہ حضرات حضور ﷺ کے پاس واپس آئے تو آپ ﷺ نے ان کو عمامہ اور خفین پر مسح کرنے کا حکم دیا۔

عصائب: عصابۃ کی جمع ہے بمعنی عمامہ۔

تساخین: تسخان کی جمع ہے یعنی وہ چیز جس کے ذریعہ پاؤں کو گرم کیا جائے مراد خفین ہیں۔

روایت کا مطلب یہ ہے کہ ایک مرتبہ آپ ﷺ نے ایک دستہ جہاد کیلئے روانہ فرمایا

ان مجاہدین کو اس سفر میں سردی لگ گئی جب یہ حضرات حضورﷺ کی خدمت میں مدینہ واپس آئے تو حضورﷺ نے ان کو رخصت دی کہ بجائے رجلین کے غسل کے مسح علی الخفین کریں اور بجائے مسح رأس کے مسح علی العمامہ کریں۔

(ب) امام احمدؒ، امام اوزاعیؒ، امام اسحاقؒ، اور وکیع بن جراحؒ وغیرہ کا مسلک یہ ہے کہ مسح علی العمامہ پر اکتفاء کرنا جائز ہے۔ دلیل حدیث باب ہے۔

امام شافعیؒ کے نزدیک مسح علی العمامہ پر اکتفاء کرنا تو جائز ہے لیکن سر کی مقدار مفروض کا مسح کرنے کے بعد عمامہ پر مسح کرنے سے سنت استیعاب حاصل ہو جاتی ہے۔

اور حنفیہ اور مالکیہ کے نزدیک سنت استیعاب بھی مسح علی العمامہ سے ادا نہیں ہوگی۔ اوجز المسالک۔ السعی المحمود صفحہ ۳۷۱۔

یعنی امام شافعیؒ اور امام ابوحنیفہؒ اور امام مالکؒ کے نزدیک مسح علی العمامہ جائز نہیں ہے۔

دلیل۔ مؤطا امام مالک کی ایک روایت ہے جسمیں حضرت جابرؓ سے مسح علی العمامہ کے بارے میں سوال کیا گیا؛ تو انہوں نے فرمایا کہ مسح علی العمامہ جائز نہیں حدیث کے الفاظ أن **جابر بن عبدالله الانصاری سُئل عن المسح علی العمامة فقال لا حتیٰ یمسح الشعر بالماء**۔ یہ حدیث حسن درجہ کی ہے اور مسح علی العمامہ کے عدم جواز کے سلسلہ میں بالکل صریح ہے دوسرا استدلال آیت قرآنی سے ہے **وامسحوا برؤسکم** یہ قطعی ہے۔

(ج) یہ حدیث حنفیہ کے مخالف ہے اس کے بہت سارے جواب دیئے گئے ہیں مگر سب سے بہتر جواب یہ ہے کہ روایات عمامہ آیت مائدہ کے معارض ہونے کی وجہ سے مؤول اور متروک العمل قرار دی جائیں مزید تفصیل کے لئے السعی المحمود ص ۳۷۳۔

ابوداوٗد شریف ص۲۰

(۲۲)سوال :أنَّ المغیرۃَ بنَ شُعبةَ قال. تَخَلَّفَ رسولُ الله صلی الله علیه وسلم 'فذکرهٰذِهِ القِصَّةَ ' قال فأتینا النَّاسَ وعبدالرحمٰنِ بنُ عوفٍ یُصَلِّی بِهِم الصُّبْحَ، فَلَمَّا رأی النبیُّ صلی الله علیه وسلم أراد أن یَّتأخَّر فاَوْمَاَ الیه أن یَمْضِیَ قال :فَصَلَّیْتُ أناوالنبیَّ صلی الله علیه وسلم خلفَه' رکعةً فَلَمَّا سَلَّمَ قام النبیُّ صلی الله علیه وسلم فصلی الرکعةَ ألّتی سَبَقَ بِهَا وَلَمْ یَزِدْ علیها شیأًقال ابوداؤد ابوسعید الخدریُّ وابنُ الزبیر وابن عُمَریقولون من أدرک الفرْدَ مِنَ الصَّلٰوۃِ عَلَیهِ سَجْدَتَا السَّهْوِ .

(الف)اعراب لگا کرترجمہ کیجئے.اس حدیث کوابوداوٗد نے باب المسح علی الخفین کے تحت ذکر کیا ہے آپ فذکرھٰذہ القصہ کی تفصیل بیان کریں.(ب) قال ابوداؤد سے کیا بتلانا چاہتے ہیں اس کی تفصیل کرتے ہوئے ان حضرات نے اس پرسجدہ سہو کولازم قرار دیا ہے اس کی وجہ تحریر کریں۔

جواب(الف)حضرت مغیرہ بن شعبہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جماعت سے پیچھے رہ گئے پھر بیان کیا یہ سب قصہ؛اس کے بعد کہا کہ جب ہم لوگوں کے پاس پہنچے تو حضرت عبدالرحمان بن عوف ان کوصبح کی نماز پڑھارہے تھے جب انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا تو پیچھے ہٹنا چاہا،آپ ﷺ نے اشارہ کیا کہ پڑھائے جاؤ؛ پھر میں نے اور رسول اللہ ﷺ نے عبدالرحمان بن عوف کے پیچھے ایک رکعت پڑھی؛جب عبدالرحمان بن عوف نے سلام پھیرا تو رسول اللہ ﷺ نے وہ رکعت اداء کی جوعبدالرحمان پہلے پڑھا چکے تھے،اور کچھ زیادتی نہیں کی؛امام ابوداوٗدؒ کہتے ہیں کہ حضرت ابوسعید خدری؛حضرت ابن

زبیر اور حضرت ابن عمر فرمایا کرتے تھے کہ جو شخص امام کے ساتھ طاق رکعتیں پائے (مثلا ایک رکعت یا تین رکعتیں) تو وہ سہو کے دو سجدے کرے۔

فذکر ھذہ القصہ سے مراد وہ واقعہ ہے جسکو پہلی حدیث میں بیان کردیا جو غزوۂ تبوک میں طلوع فجر سے پہلے پیش آیا تھا یعنی آپ ﷺ قطار سے الگ یعنی ساتھیوں سے علیحدہ ہوگئے تو حضرت مغیرہ کہتے ہیں کہ میں سمجھ گیا کہ آپ ﷺ کسی ضرورت بشری کی وجہ سے علیحدہ ہوئے ہیں چنانچہ حضرت مغیرہ بھی خدمت کی غرض سے آپ ﷺ کے ساتھ ہولئے ؛ آپ ﷺ استنجے کیلئے کچھ فاصلہ پر تشریف لے گئے اور استنجاء فرما کر واپس تشریف لائے ؛حضرت مغیرہ نے چمڑے کے ایک برتن جسکو ،اداوہ، کہتے ہیں اس سے وضوء کرایا، جب آپ ﷺ نے ہاتھ دھونے کا ارادہ فرمایا تو اپنی آستینوں کو اوپر چڑھانا چاہا جب آپ ﷺ کی آستین اوپر نہ چڑھ سکیں تو دونوں ہاتھ جبہ کے اندر سے باہر نکالے اور دھویا، جب پیروں کو دھونے کا نمبر آیا تو آپ ﷺ نے خفین پر مسح کیا کیونکہ آپ ﷺ نے خفین پہن رکھے تھے پھر آپ ﷺ قافلہ سے جا ملے اور قافلہ سے ملاقات اس وقت ہوئی جب نماز کا وقت ہورہا تھا فذکر ھذہ القصہ سے یہ ہی مراد ہے۔

(ب) قال ابوداؤد سے یہ بتلانا چاہتے ہیں کہ تین صحابہ کرامؓ (ابوسعید خدری؛ ابن زبیر؛ اور ابن عمر کا مسلک یہ ہے کہ جس شخص کو امام کے ساتھ ایک یا تین رکعتیں ملی ہوں تو ایسے مسبوق کو نماز کے فارغ ہونے پر سجدہ سہو کرنا چاہئے اس آدمی پر سجدہ سہو واجب ہے بقول مولنا خلیل احمدؒ عمدہ ترین وجہ یہ ہے کہ اس مسبوق نے بے موقع جلوس کیا جس سے نقصان پیدا ہوگیا اسلئے جبر نقصان کی وجہ سے اس پر سجدۂ سہو لازم ہوگا الدر المنضود ص ۲۹۴/ ۲/ السمح المحمود ص ۳۹۰/ ۔

ابوداؤد شریف ص ۲۱

(۲۳)سوال: عبد الرحمن بن عوف یسال بِلالاً عن وضوء النبی صلی الله علیه فقال کان یخرُجُ یَقضِی حاجَتهُ فاتیه بالماء فیتوضأ ویمسح علی عمامته ومُوقَیهِ .

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کریں موق کسے کہتے ہیں .(ب) مسح کے متعلق امام مالکؒ اور ائمہ ثلاثہ کا مذہب نقل کریں: (ج) مسح علی العمامہ میں امام احمد اور ائمہ ثلاثہ کا مذہب مع دلیل تحریر کریں۔

جواب: (الف) عبد الرحمان بن عوف حضرت بلال سے حضور ﷺ کے وضوء کا حال پوچھ رہے تھے؛ حضرت بلالؓ نے فرمایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پہلے قضاء حاجت کو نکلتے جب حاجت سے ہو آتے تو میں پانی لاتا، آپ ﷺ وضوء کرتے اور اپنے عمامہ اور موزوں پر مسح کرتے تھے۔

موق: وہ موزہ جو خفین پر پہنا جائے. ما یلبس فوق الخفین لحفظه (حاشیہ ابو داؤد)

علامہ خطابیؒ فرماتے ہیں کہ موق چمڑے کے اس موزے کو کہتے ہیں جس کی ساق چھوٹی ہو۔

(ب) مسح علی الخفین کے جواز پر اجماع ہے؛ بعض حضرات نے امام مالکؒ کی طرف عدم جواز کی نسبت کی ہے لیکن یہ غلط ہے جیسا کہ علامہ باجی مالکیؒ نے تصریح کی ہے معلوم یہ ہوا کہ چاروں اماموں کا مسح علی الخفین کے جواز پر اتفاق ہے

(ج) یہ سوال نمبر ۲۱ میں گذر گیا۔

ابوداؤد شریف ص ۲۱

(۲۴)سوال: عن خزيمة بن ثابتٍ عن النبى صلى الله عليه وسلم قال المسح على الخفين للمُسافر ثلثةُ ايَّامٍ ولِلمقيم يومٌ وَلَيْلَةٌ قال ابو داؤد رواهُ منصُوْرُ بنُ المعتمر عن ابراهيم التَّيميّ باسنادِهٖ قال فيه وَلوْا ستَزَدْنَا هُ لَزَادَنَا.

(الف) اعراب ترجمہ ومطلب تحریر کریں.(ب) توقیت مسح کے بارے میں ائمہ کرام کے مسالک مع دلائل لکھئے قال ابوداؤد کا مقصد لکھئے۔

جواب: (الف) حضرت خزیمہ بن ثابتؓ سے روایت ہے کہ رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ مسح علی الخفین (کی مدت) مسافر کے لئے تین دن ہے اور مقیم کیلئے ایک دن اور ایک رات ہے؛ امام ابوداؤدؒ کہتے ہیں کہ اس حدیث کو منصور بن معتمر نے ابراہیم تیمی سے اسی سند سے نقل کیا ہے تو اسمیں ہے کہ اگر ہم آپ ﷺ سے زیادہ مدت مانگتے تو آپ ﷺ زیادہ دے دیتے۔

اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مسح علی الخفین کی مدت مسافر کے لئے تین دن اور تین رات ہیں اور مقیم کے لئے مسح کی مدت ایک دن اور ایک رات ہے یعنی مسافر اپنے موزے پر تین دن اور تین رات تک مسح کر سکتا ہے اور مقیم ایک دن اور ایک رات تک مسح کر سکتا ہے ۔

(ب) امام ابوحنیفہؒ ,امام شافعیؒ ,اور امام احمدؒ ,اور جمہور علماء کا مسلک یہ ہے کہ مسافر آدمی کے لئے تین دن تین راتوں اور مقیم کیلئے ایک دن اور ایک رات تک مسح علی الخفین

کرنے کی اجازت ہے اس سے زائد جائز نہیں۔

امام مالکؒ اور لیث بن سعد کا مسلک یہ ہے کہ مسح کی کوئی مدت مقرر نہیں جب تک بھی موزے پہنے رہے ان پر مسح کیا جاسکتا ہے۔

دلیل امام مالکؒ **ولو استزدناه لزادنا** سے استدلال کرتے ہیں۔ جمہور نے اس کے متعدد جوابات دیئے ہیں۔

۱/ **ولو استزدناه لزادنا** کی زیادتی صحیح نہیں ہے حافظ زیلعیؒ اور علامہ ابن دقیق العید وغیرہ حضرات نے اس کی تضعیف کی ہے

۲/ ہوسکتا ہے کہ ابتداء میں ایسا ہی ہو پھر بعد میں مدت مقرر کردی گئی ہو۔

۳/ بعض حضرات نے یہ جواب دیا ہے کہ یہ حضرت خزیمہ بن ثابت کا اپنا خیال ہے جو شرعاً حجت نہیں۔

۴/ جو علامہ شوکانی نے نقل کیا ہے کہ لو کلام عرب میں انتفاء ثانی بسبب انتفاء اول کے لئے آتا ہے۔

ائمہ ثلاثہ کی دلیل حدیث باب ہے **المسحُ علی الخفین للمسافر ثلاثۃُ ایامٍ وللمقیم یومٌ ولیلۃٌ** یہ حدیث اس بارے میں جمہور کی صحیح اور صریح دلیل ہے۔

قال ابوداؤد کا مقصد یہ ہے کہ اس حدیث کو منصور بن معتمر نے ابراہیم تیمی سے اسی سند سے نقل کیا ہے یعنی ابراہیم تیمی کی روایت میں **لو استزدناه لزادنا** کی زیاتی ہے جو ابرہیم نخعی کی حدیث میں نہیں ہے۔

ابوداؤد شریف ص ۲۱

(۲۵) سوال: عن اَبی قَیْس العودیِّ هو عبدُ الرَّحْمن بن ثروانَ عن هزیلِ بن شُرَحْبیل عن المغیرة بن شعبة ان النبی صلی الله علیه وسلم توضا و مسحَ علی الجورَبَیْنِ والنَّعْلَیْنِ قال ابو داؤد کان عبدالرحمن بن مهدیٌّ لا یُحَدِّثُ بهذا الحدیث لانَّ المعروف عن المغیرةِ انَّ النبیَّ صلی الله علیه وسلم مسح علی الخفین.

(الف) اعراب ترجمہ (ب) قال ابوداؤد کا مقصد بیان کریں نیز عبدالرحمان بن مہدی کی جرح کے بعد ایسی حدیث کو اصطلاح میں کس نام سے یاد کیا جاتا ہے ,نیز امام ترمذیؒ نے اس حدیث پر کیا حکم لگایا ہے. (ج) باب میں ائمہ کے مذہب بھی بیان کریں۔

جواب: (الف) حضرت مغیرہ بن شعبہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے وضوء فرمایا اور جرابوں اور جوتوں پر مسح کیا. ابوداؤد نے کہا کہ عبدالرحمان بن مہدی اس حدیث کو بیان نہیں کرتے تھے (اسلئے کہ یہ منکر ہے) مشہور مغیرہ سے یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے موزوں پر مسح کیا۔

(ب) مصنفؒ فرمارہے ہیں کہ جرح وتعدیل کے امام بڑے محدث عبدالرحمان بن مہدی حضرت مغیرہ بن شعبہ کی حدیث مذکور **و مسح علی الجوربین و النعلین** روایت نہیں کرتے تھے کیونکہ حضرت مغیرہ کی مشہور حدیث یہ ہے کہ آنحضو ﷺ نے خفین پر مسح کیا ہے نہ کہ جوربین و نعلین پر یعنی مغیرہ کی مشہور حدیث میں مسح علی الجوربین کا ذکر نہیں ہے ,بلکہ مسح علی الخفین منقول ہے عبدالرحمان بن مہدی کی جرح کے بعد ایسی حدیث کو منکر کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔

امام ترمذی نے اس حدیث پر **هذا حدیثٌ حسنٌ صحیحٌ** کا حکم لگایا ہے۔

نوٹ مگر یہاں پر یادرکھنا چاہئے کہ اس سلسلہ میں امام ترمذیؒ سے تسامح ہوگیا کیونکہ محدثین کا اس کے ضعف پر اتفاق ہے۔

(نوٹ) جوربین وہ موزے کہلاتے ہیں جو اون یا سوت وغیرہ کے ہوں ان کی دو قسمیں ہیں ا رثخین ۲ ررقیق۔

ثخین وہ موزے کہلاتے ہیں جن میں تین شرطیں پائی جائیں ا ران میں بآسانی پانی سرایت نہ کرسکے ۲ روہ بغیر کچھ باندھے ہوئے پنڈلی پر رکے رہیں ۳ رانکو پہن کر ۲ ریا ۳ ر میل چلا جاسکے۔

اور رقیق وہ موزے کہلاتے ہیں کہ جن میں مذکورہ تینوں شرائط نہ پائی جائیں پھر دونوں کی تین تین قسمیں ہیں ا رمجلد ۲ رمنعل ۳ رسادہ؛ مجلد اوپر نیچے چمڑا لگا ہوا ہو۔ منعل صرف نیچے چمڑا ہو؛ سادہ کہیں چمڑا لگا ہوا نہ ہو۔

(ج) ثخین کی تینوں قسموں (مجلد منعل سادہ) پر بالاتفاق مسح جائز ہے سادہ پر حضرت امام اعظمؒ پہلے عدم جواز کے قائل تھے لیکن وفات سے ۳ یا ۹ دن پہلے رجوع فرمالیا تھا۔

اور رقیق کی ایک قسم مجلد پر بالاتفاق مسح جائز ہے، ایک قسم سادہ پر بالاتفاق مسح ناجائز ہے۔ تیسری قسم رقیق منعل تو یہ مسئلہ متقدمین کی کتابوں میں نہیں ہے جن بعض کتابوں میں ہے ان میں ناجائز لکھا ہے البتہ متاخرین کی کتابوں میں یہ مسئلہ ہے اور عام طور پر علماء کی رائے یہ ہے کہ ان پر مسح جائز نہیں اور بعض حضرات ان پر مسح جائز کہتے ہیں ہمارے اکابر میں یہ مسئلہ اختلافی رہا ہے۔ دارالافتاء عدم جواز کا فتویٰ دیتا ہے۔ اور شیخ الاسلام حضرت مولنا حسین احمد مدنی قدس سرہ جائز کہتے تھے تحفۃ الالمعی ص ۳۶۸ السمح المحمود ۲۰۲۔

ابوداؤد شریف ص ۲۲

(۲۶) سوال: عن المغیرۃِ بن شعبۃَ انّ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کَانَ یَمْسَحُ علَی الخفینِ وَقال غیرُ محمدٍ عَلٰی ظہرِ الخفین ۔

(الف) اعراب ترجمہ مطلب بیان کریں۔ (ب) اس مسئلے میں فقہاء کرام کے مذاہب بیان کریں اور ہر ایک کی دلیل تحریر کریں اور معلول کی تعریف کریں۔

جواب: (الف) حضرت مغیرہ بن شعبہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم موزوں پر مسح کرتے تھے محمد بن الصلاح کے علاوہ نے نقل کیا ہے کہ موزوں کی پشت پر مسح کرتے تھے۔

اس روایت کا مطلب یہ ہے کہ اس روایت میں جتنے بھی راوی ہیں محمد بن الصلاح کے علاوہ سب کے سب یہ بیان کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم موزوں کی پشت پر مسح کرتے تھے یعنی محمد بن الصلاح نے علی ظہر الخفین کو نہیں بیان کیا بلکہ کہا کہ **یمسح علی الخفین**۔

(ج) حضرت امام مالکؒ اور امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ مسح علی الخفین اعلیٰ اور اسفل دونوں جانبوں میں ہوگا پھر امام مالکؒ جانبین کے مسح کو واجب قرار دیتے ہیں اور اماشافعیؒ اعلیٰ کو واجب اور اسفل کو مستحب۔

حنفیہ اور حنابلہ کے نزدیک صرف اعلی الخف کا مسح ضروری ہے۔ بذل المجہود صفحہ ۹۹/۱۔

دلیل مالکیہ اور شافعیہ: **انه مسح اعلی الخف و اسفله** یہ روایت امام ابوداؤد نے باب کے اخیر میں ذکر کی ہے: مگر اس کا جواب یہ ہے کہ یہ روایت معلول ہے خود امام ترمذیؒ نے اسکو معلول قرار دیا ہے۔

معلول کی تعریف یہ ہے کہ معلول اس حدیث کو کہتے ہیں جس کی سند میں یا متن میں کوئی علت قادحہ پائی جارہی ہو خواہ اس کے تمام رجال ثقات ہوں۔

دلیل حنفیہ اور مالکیہ ان کی دلیل حدیث باب ہے کہ جس میں ظاہر خف پر مسح کی صراحت ہے اور ایک دوسری حدیث میں ہے **وَ لَقَدْ رَأَيْتُ رسول الله صلی الله علیه وسلم يَمْسَحُ عَلىٰ ظَاهِرِ خُفَّيْه** اس حدیث سے بھی صراحتاً معلوم ہوتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ظاہر خف پر مسح کیا۔

ابوداؤد شریف ص۲۲

(۲۷)سوال: حدثنا محمد بن کثیرٍ ثنا سفیانُ هُوَ الثوریُّ عن منصور عن مجاهد عن سفیان بن الحکَمِ الثقفِيّ او الحکم بن سفیانَ الثَّقفِيِّ قال کان رسول الله صلی الله علیه وسلم اذا بال یَتوضَّأُ وَیَنْتَضِحُ قال ابو داؤد وافق سفیانَ جَمَاعَةٌعلی هٰذاالاسنادِ وَقال بَعْضُهُمْ الحکمُ او ابن الحکمِ.

(الف) اعراب ترجمہ: انتضاح کے کتنے معانی ہیں اور یہاں پر کیا مراد ہے معنیٰ مرادی کا تعین کسی حدیث سے کیجئے (ب) قال ابوداؤد سے مصنف کی غرض لکھئے۔

جواب: (الف) حضرت سفیان بن حکم یا حضرت حکم بن سفیان سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ جب آپ ﷺ پیشاب کرتے تو وضوء کرتے اور چھینٹیں مارتے۔ ابوداؤد نے کہا کہ ایک جماعت نے سفیان کی اس سند میں موافقت کی ہے اور بعض نے کہا حکم یا ابن حکم۔

شراح حدیث نے انتضاح کے کئی معنیٰ لکھے ہیں۔

امام نوویؒ نے هو الاستنجاء بالماء مراد لیا ہے اس صورت میں اذاتوضأت سے مراد اذاردتَّ الوضوء ہوگا، اور بعض حضرات نے صب الماء علی الأعضاء مراد لیا ہے: لیکن اکثر علماء نے اس کا یہ مطلب لیا ہے کہ وضوء کے بعد زیر جامہ پر چھینٹیں مار لئے جائیں، اور اسکی حکمت عموماً یہ بتائی جاتی ہے کہ اس سے خروج قطرات کے وسوسے نہیں آتے لیکن سیاق وسباق سے معلوم ہوتا ہے کہ مصنفؒ کی مراد یہ ہی معنیٰ ہے کیونکہ حدیث میں ہے أنَّ النبی صلی الله علیه وسلم بَالَ ثمَّ توضأونضح فرجه'. یہ حدیث اسی معنیٰ کی تعیین کرتی ہے۔

(ب) مصنفؒ اپنے قول سے سند میں رواۃ کے اختلاف کو بیان فرمارہے ہیں

اختلاف یہ ہے کہ بعض رواۃ نے سند میں حکم بن سفیان کے بعد عن أبیہ کا اضافہ نقل کیا ہے یہ ابوداؤد ہی کی دوسری سندوں میں مذکور ہے، اور سفیان ثوری نے سند مذکور میں عن ابیہ کا واسطہ ذکر نہیں کیا اب مصنفؒ فرمارہے ہیں کہ واسطہ کے ذکر نہ کرنے میں ایک جماعت بھی سفیان ثوری کے ساتھ ہے ان حضرات نے بھی عن ابیہ کا واسطہ ذکر نہیں کیا: زبدۃ المقصود صفحہ ۵۳ السمح المحمود ۲۱۱

ابوداؤد شریف ص ۲۴

(۲۸) سوال: عن عائشةَ أنَّ النبیَّ صلی الله علیه وسلم قَبَّلَهَا وَلَمْ یَتَوضَّأ قال ابو داؤد: وهو مرسلٌ وابراهیمُ التیمیُّ لَمْ یَسْمَعْ مِنْ عائشةَ شیأً.

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کیجئے اور بتلائے کہ ابوداؤد کا اس روایت کو مرسل کہنے کا کیا مطلب ہے جبکہ صحابہ کا نام مذکور ہے. (ب) امام ابوداؤد کے قول کی وضاحت کیجئے اگر ان سے مذہب احناف پر کوئی اثر پڑتا ہے تو اس کا جواب لکھئے۔

جواب: (الف) حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے ان کا بوسہ لیا اور وضوء نہیں کیا ابوداؤد نے کہا کہ یہ حدیث مرسل ہے، ابراہیم تیمی نے حضرت عائشہؓ سے کچھ نہیں سنا۔

امام ابوداؤد کا اس روایت کو مرسل کہنے کا مطلب یہ ہے کہ یہاں مرسل سے مراد مرسل بمعنی لغوی یعنی منقطع ہے کیونکہ ثقہ تابعی کی حدیث منقطع حدیث مرسل کے حکم میں ہے جو جمہور محدثین کے نزدیک حجت ہے بشرطیکہ مرسل ثقہ ہو اور یہاں ابراہیم تیمی ثقہ ہیں۔

(ب) یہ حضرت عائشہ صدیقہؓ کی روایت مذکورہ کی سند پر اعتراض ہے کہ ابراہیم تیمی کا سماع حضرت عائشہؓ سے ثابت نہیں کیونکہ یہاں تابعی اور صحابی کا درمیانی واسطہ محذوف ہے: اور اس سے مذہب احناف پر کوئی اثر نہیں پڑتا ہے کیونکہ احناف کے نزدیک ثقہ رواۃ کی مراسیل حجت ہیں. زبدۃ المقصود صفحہ ۵۴۔

ابوداؤدشریف ص ۲۴

(۲۹)سوال :قال حدثنا انس أنَّ رجلاً جاء الی رسولِ الله صلی الله علیه وسلم قد توضأوترک علیٰ قدمه مثل موضع الظفر قال له رسولُ اللهِ صلی الله علیه وسلم ارجع فاحسن وُضُوءک :قال ابوداؤدَ هٰذالحدیثُ لَیْسَ بمعروفٍ عن جریرِبنِ حَازمٍ ،وَلَمْ یَرْوِہ الّاابن وَهبٍ وَحْدَہ.

(الف)اعراب لگاکرترجمہ کیجئے(ب)موالاۃ کے بارےمیں ائمہ کے مذہب مع دلیل تحریرکریں(ج)قال ابوداؤدکامقصد بیان کریں۔

جواب:(الف)حضرت انس سے روایت ہے کہ ایک شخص حضورﷺ کی خدمت میں حاضرہوا،اس نے وضوء کررکھا تھا،اور ایک ناخون برابرجگہ اس نے چھوڑدی تھی ،آپﷺ نے فرمایاکہ لوٹ جاؤاوراچھی طرح وضوءکروحضرت امام ابوداؤدؒفرماتے ہیں کہ جریربن حازم سے یہ روایت معروف نہیں ہےاس کوصرف ابن وہب نے روایت کیاہے۔

(ب)اس سلسلہ میں اصل دومذہب ہیں

ا۔مالکیہ اورحنابلہ کے نزدیک موالات فی الوضوءشرط اورفرض ہے,البتہ امام مالک دوشرط کے ساتھ فرض کہتے ہیں،ایک یہ کہ متوضی کویادرہے دوسری شرط یہ ہے کہ موالات سے عاجزنہ ہو۔

۲۔حنفیہ اورشوافع کے نزدیک اعضاء کے درمیان موالات سنت ہے۔

مالکیہ اورحنابلہ کااستدلال حدیث باب سے ہے کہ اسمیں آپﷺ نے فرمایاارجع فأحسن وضوئک اسمیں احسان وضوءکاحکم فرمایاہے یہ نہیں فرمایاکہ صرف اس جگہ کودھولوجوچھوٹ گئی ہے اگرموالات ضروری نہ ہوتی تواحسان وضوءکاحکم نہ دیاجاتا۔

حنفیہ اور شوافع نے کتاب اللہ سے استدلال کیا ہے وہ اس طرح کے اللہ تعالیٰ نے آیت وضوء میں صرف غسل اعضاء اور مسح رأس کا حکم دیا ہے اسمیں موالات کا کہیں بھی ذکر نہیں۔

دوسرا استدلال حضرت میمونہ کی حدیث سے ہے وہ فرماتی ہیں کہ میں نے آپ ﷺ کے غسل کیلئے پانی رکھا آپ ﷺ نے ابتداء غسل میں وضوء کیا مگر پاؤں مبارک نہیں دھوئے، اس کے بعد غسل فرمایا پھر غسل کی جگہ سے الگ ہوکر پاؤں دھوئے استدلال اسطرح ہے کہ پاؤں کے علاوہ دوسرے اعضاء وضوء دھوئے جا چکے تھے، اور پاؤں کے دھونے سے پہلے غسل کا کافی وقفہ پیش آیا، اگر چہ اعضاء وضوء غسل کی وجہ سے خشک نہ ہوئے ہوں مگر تفریق آگئی اور موالات باقی نہ رہی۔ عمدۃ القاری (۳۳/۳) اسمح المحمود صفحہ ۴۲۱۔

(ج) مصنفؒ اس حدیث کو اس سند سے غیر معروف یعنی منکر قرار دے رہے ہیں، اور وجہ اس کی یہ ہے کہ جریر بن حازم سے روایت کرنے والے ابن وہب راوی منفرد ہیں لہذا اس تفرد کے اعتبار سے یہ حدیث منکر ہوگی۔

نیز اسلئے بھی کہ جریر اگر چہ ثقہ راوی ہیں مگر قتادہ سے ان کی روایت میں ضعف ہوتا ہے، کما صرح ابن حجر فی التقریب اسمح المحمود ص ۴۲۱/۔

ابوداؤد شریف ص ۲۴

(۳۰) سوال: حدثنا عثمانُ بن أبي شَيبةَ قال: ثنا وكيعٌ عن الأعمشِ عَن حبيبٍ عَن عروةَ عن عائشةَ أنَّ النبيَّ صلى الله عليه وسلم قَبَّلَ امرأةً من نسائه ثم خرج الى الصَّلاة ولم يَتَوَضَّأ قال عروةُ فقلتُ لَهَا من هي الا انتِ فَضَحِكَتْ قال ابو داؤد قال يحيىٰ بن سعيد القطّانُ لرَجُلٍ احك عَنِّي انَّ هٰذين الحَدِيْثَينِ يعني حديث الاعمشِ هٰذا عن حبيبٍ وَحَدِيْثَهُ بهذا الاسنادِ في المستحاضَةِ انَّهَا تتوضَّأ لكلِّ صَلاةٍ قال يحي احك عنِّي انَّهُمَا

شِبۃ لاشیئ قال ابو داؤد وروی عن الثوری قال ماحدثنا حبیب الا عن عروۃ المزنی یعنی لم یحدثھم عن عروۃ الزبیر بشیئ۔

(الف) حدیث کا ترجمہ: یحی بن سعید کی تضعیف حدیث کی وجہ اور سفیان ثوریؒ کی روایت کا مقصد (ب) مس مرأۃ کے ناقض وضوء ہونے میں ائمہ کے مذاہب مدلل تحریر کریں. حبیب کی روایت عروہ بن الزبیر سے ثابت ہو تو اس کو بیان کریں۔

جواب: (الف) حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ حضور علیہ السلام نے اپنی کسی بیوی کا بوسہ لیا پھر نماز کے لئے نکلے اور وضوء نہیں کیا، عروہ نے (حضرت عائشہؓ سے) کہا کہ وہ بیوی تم ہی ہوں گی حضرت عائشہؓ ہنس پڑیں۔

قال ابوداؤد کا ترجمہ: ابوداؤد نے کہا کہ یحی بن سعید القطان نے ایک شخص سے کہا کہ تو مجھے یہ بات نقل کر کہ یہ دونوں حدیثیں یعنی ایک وہ حدیث جو حبیب بن ثابت کے واسطہ سے مروی ہے، دوسری وہ جو اسی سند سے مستحاضہ کے باب میں کہ وہ ہر نماز کے لئے وضوء کرے، یحی نے کہا تو مجھ سے یہ نقل کر کہ یہ دونوں حدیثیں ضعیف ہیں. ابوداؤد کہتے ہیں کہ سفیان ثوری نے فرمایا ہے کہ ہم سے حبیب نے صرف عروہ مزنی کے واسطے سے حدیث بیان کی ہے یعنی عروہ بن الزبیر سے کوئی حدیث بیان نہیں کی۔

یحی بن سعید کی تضعیف حدیث کی وجہ یہ ہے کہ عروہ سے مراد عروۃ بن الزبیر نہیں بلکہ عروۃ المزنی ہے اور عروۃ المزنی مجھول ہیں اس وجہ سے حدیث ضعیف ہے۔

سفیان ثوری کی روایت کا مقصد یہ ہے کہ سفیان ثوری کہتے ہیں کہ حبیب بن ابی ثابت عروۃ بن الزبیر سے مطلقاً روایت نہیں کرتے یعنی حبیب نے عروۃ بن الزبیر سے کوئی حدیث سنی ہی نہیں ہے، یعنی سفیان ثوری نے ایک قاعدہ کلیہ بیان کیا ہے کہ حبیب بن ابی ثابت عروۃ بن الزبیر سے مطلقاً روایت نہیں کرتے۔

(ب) حنفیہ کے نزدیک مس مرأۃ غیر ناقض ہے مگر یہ کہ مباشرت فاحشہ ہو۔

امام شافعیؒ کا مفتی بہ قول یہ ہے کہ مس مرأۃ مطلقا ناقض ہے خواہ صغیرہ کا یا کبیرہ کا محرم کا ہو یا غیر محرم کا، شہوت سے ہو یا بغیر شہوت کے مگر ان کے نزدیک ایک شرط ہے کہ مس بلا حائل ہو۔

امام مالکؒ کے نزدیک تین شرائط کے ساتھ موجب وضوء ہے۔

ا رکبیرہ ہو ۲ر اجنبیہ ہو ۳ر مس بالشہوت ہو۔

امام احمد سے علامہ ابن قدامہؒ نے تین روایتیں نقل کی ہیں؛ ایک حنفیہ کے مطابق اور ایک شوافع کے مطابق اور تیسری مالکیہ کے مطابق حاصل یہ ہے کہ ائمہ ثلاثہ کسی نہ کسی صورت میں نقض وضوء کے قائل ہیں اور حنفیہ عدم نقض وضوء کے۔

ائمہ ثلاثہ کی دلیل: ان کا استدلال قرآن کی آیت أولمستم النساء سے ہے کہ یہاں لمس بالید مراد ہے اب قرآنی آیت سے یہ بات ثابت ہوئی کے مس بالید کے بعد عدم وجدان الماء کی صورت میں تیمم کا حکم ہے لہذا معلوم ہوا کہ مس مرأۃ ناقض وضوء ہے۔

حنفیہ کی دلیل حدیث باب ہے أنَّ النبی صلى الله عليه وسلم قبَّلَ بعض نسائه ثم خرج الى الصلاة ولم يتوضا اسمیں صراحتا معلوم ہو رہا ہے کہ آپ نے بوسہ لینے کے بعد وضوء نہیں کیا۔

ائمہ ثلاثہ کی دلیل کا جواب یہ ہے کہ لمستم النساء جماع سے کنایہ ہے۔

حبیب کی روایت عروۃ بن الزبیر سے ثابت ہے وقد روىٰ حمزة الزيات عن حبيب عن عروة بن الزبير عن عائشة حديثا صحيحا. اس سے امام ابوداؤد نے وہ روایت مراد لی ہے جو امام ترمذیؒ نے ابواب الدعوات میں روایت کی ہے۔ أنه عليه السلام كان يقول اللهم عافنى فى جسدى وعافنى فى بصرى، بہر حال مذکورہ حدیث کو امام ابوداؤد نے صحیح قرار دے کر سفیان ثوریؒ کے قول کی تردید کی ہے بذل ۱ر ص ۱۰۹/۱۱ السمح المحمود ص ۴۲۸۔

ابوداؤد شریف ص۲۴

(۳۱)سوال: عن عبدالله بن ابی بکرٍ انه سمع عروةَ یقول دخلتُ علیٰ مروان بن الحکم فذکرنا مایکونُ منه الوضوء فقال مروانُ ومِن مس الذکر فقال عروةُ ماعلمتُ ذالک فقال مروانُ اَخبر تنی بُسرةُ بنتُ صفوانَ انّها سَمِعَتْ رسول الله صلی الله علیه وسلم یقول من مس ذکرهٗ فلیتوضّأ.

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کیجئے: (ب) مس ذکر کے بارے میں ائمہ کے مذاہب مدلل تحریر کریں اور مسلک حنفیہ کی وجوہ ترجیح لکھئے۔

جواب: (الف) حضرت عروہ بن زبیر کہتے ہیں کہ میں مروان بن الحکم کے پاس گیا. اور ہم نے ان چیزوں کا تذکرہ کیا جس سے وضوء ٹوٹتا ہے مروان نے پوچھا کہ مس ذکر سے بھی. عروہ نے کہا کہ یہ مجھے معلوم نہیں مروان نے کہا کہ مجھے بسرہ بنت صفوان نے خبر دی ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جو شخص اپنے ذکر کو چھوئے وہ وضوء کرے۔

(ب) امام اعظمؒ اور امام مالکؒ کے نزدیک مس ذکر ناقض وضوء نہیں۔

امام شافعی اور امام احمد کے نزدیک ناقض ہے. تحفۃ الالمعی جلد ا صفحہ ۳۳۴۔

اور درس ترمذی میں صفحہ ۳۳۴ پر اس طرح لکھا ہے. حضرت اما شافعیؒ کے نزدیک مس ذکر بباطن کف بلا حائل ہو تو ناقض ہے۔

حضرت امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک مس ذکر وفرج ودبر کسی سے بھی وضوء نہیں ٹوٹتا امام مالکؒ اور امام احمدؒ کا مسلک بھی یہ ہی ہے البتہ ان دونوں کی ایک دوسری روایت امام شافعیؒ کی طرف بھی ہے۔

اما شافعیؒ نے حدیث باب سے استدلال کیا ہے. من مس ذکرہ فلیوضأ اور باطن کف کی قید حضرت ابوہریرہ کی حدیث سے ثابت کی ہے أن النبی صلی اللہ علیہ وسلم مَن أفضیٰ بیدہ الی ذکرہٖ لیس دونہ ستر فقد وجب علیہ الوضوء۔

حضرت امام ابوحنیفہؒ کی دلیل: وہ حدیث ہے کہ جسمیں آپ ﷺ نے فرمایا ھل ھو الّا مضغۃ منہ او بضعۃ منہ اسمیں آپ نے فرمایا کہ وہ انسان کے جسم کا ایک حصہ ہے جس طرح انسان کے دوسرے اعضاء کے چھونے سے وضوء نہیں ٹوٹتا اسی طرح ذکر کے چھونے سے بھی نہیں ٹوٹے گا۔

مسلک حنفیہ کی وجوہ ترجیحات بہت ہیں تفصیل کیلئے دیکھے السمح المحمود صفحہ ۴۳۸۔

میں صرف ایک وجہ ترجیح بیان کرتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ تعارض احادیث کے وقت قیاس کی طرف رجوع کیا جاتا ہے اور قیاس سے بھی حنفیہ کے مسلک کی تائید ہوتی ہے اسلئے کہ بول و براز وغیرہ نجس العین ہیں ان کا مس کسی کے نزدیک بھی ناقض نہیں لہذا اعضاء مخصوصہ جن کا طاہر ہونا متفق علیہ ہے ان کا مس بھی بطریق اولیٰ ناقض نہ ہونا چاہئے السمح المحمود صفحہ ۴۳۸ درس ترمذی صفحہ ۳۰۹۔

ابوداؤد شریف ص ۲۵

(۳۲) سوال: عن جابر قال کان آخر الامرین من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ترک الوضوء مما غیرت النار قال ابوداؤد وھذا اختصارٌ مِن الحدیثِ الاوّلِ.

(الف) قال ابوداؤد کی تشریح کریں اس کے بعد ابوداؤد کے قول پر جو نقد کیا جاتا ہے اس کو بھی تحریر کریں: (ب) وضوء مما مست النار کے بارے میں ائمہ کا اختلاف ہوتو اس کو تحریر کریں۔

جواب: (الف) امام ابوداؤدؒ فرماتے ہیں کہ حضرت جابر کی یہ حدیث کوئی مستقل حدیث نہیں بلکہ حدیث سابق جوابن جریج عن محمد بن المنکدر کے طریق سے مروی ہے ,کا اختصار ہے وہ حدیث یہ ہے،سمعتُ جابر ابن عبدالله يقول :قَرَّبْتُ للنبی صلی الله عليه وسلم خُبزاً ولحماً فاكل ثم دعا بوضوء فتوضأ به ثم صلّی الظّهر ,ثم دعا بفضلِ طعامه فاكل ,ثم قام الى الصلاة ولم يتوضأ ،حضرت ابوداؤد حضرت جابرؓ کی حدیث کو اس حدیث کا اختصار بتلاتے ہیں کہ حضرت جابر کی حدیث الگ سے کوئی حدیث نہیں ہے بلکہ یہ دونوں ایک ہے۔

(نوٹ) اور حدیث جابرؓ کا ناسخ ومنسوخ سے کوئی تعلق نہیں کیونکہ آپ ﷺ نے تناول لحم کے بعد ظہر کی نماز کیلئے جو وضوء کیا اس میں دو احتمال ہیں ا/ یہ کہ وضوء مما مست النار کے اکل کی وجہ سے تھا ۲/ دوسرا احتمال یہ ہے کہ وضوء کرنا اسلئے تھا کہ پہلے سے باوضوء نہ تھے اب اس احتمال ثانی کی صورت میں نسخ پر استدلال صحیح نہیں ,ہاں اگر حضرت جابرؓ کی یہ حدیث: کان آخرالامرین: مستقل حدیث ہوتی تو اس سے استدلال کرنا صحیح ہوسکتا تھا۔

حضرت امام ابوداؤدؒ کے قول پر یہ نقد کیا جاتا ہے کہ ابوداؤد کی یہ بات کہ حدیث ثانی حدیث اول ہی کا اختصار ہے ہمیں تسلیم نہیں۔اس لئے کہ اختصار ماننے میں راوی کی طرف وہم کی نسبت لازم آتی ہے۔الدرالمنضود جلد/ا صفحہ ۱۳۲۷ السمح المحمود ص/۴۵۸۔

علامہ شوکانی علامہ ابن ترکمان حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ اس کو پہلی حدیث کا اختصار کہنا درست نہیں بلکہ یہ دونوں مستقل دو حدیثیں ہیں جیسا کہ سیاق حدیث سے ظاہر ہے اور نیز اختصار کا قول ظن ہے جو جمہور (مثلا امام شافعی ،احمد ،ابن مبارک ،سفیان ثوری ،امام ترمذی وغیرہم ،) کے نزدیک اس حدیث کے مشہور ومروج معنی کے سراسر خلاف ہے۔

(ب) اس کے متعلق تحقیق یہ ہے کہ صدر اول میں کچھ اختلاف تھا بعض صحابہ جیسے حضرت ابوہریرہؓ زید بن ثابتؓ اور عبداللہ بن عمرو غیرہ اس سے نقض وضوء کے قائل تھے لیکن

بعد میں صحابہ اور تابعین کا اس کے ناقض وضوء نہ ہونے پر اجماع ہو گیا۔ تمام ائمہ کا اس بات پر اتفاق ہے کہ یہ ناقض وضوء نہیں ہے السمح المحمود ص ۴۵۲/۔

ابوداوٗد شریف ص ۲۶

(۳۳) سوال: عن ابی سلمة انَّ سفیانَ بن سعیدٍ بن المغیرة حَدَّثَهُ انه دخل علی امِّ حبیبةَ فَسَقَتهُ قدحًا من سویقٍ فدعا بماءٍ فتمضْمَضَ فقالت یا ابن اختی الا توضَّأ ان النبی صلی الله علیه وسلم قال توضّأ وا مِمَّا غیرتِ النارُ او قال ممَّا مسَّتِ النَّارُ .

(الف) حدیث کا ترجمہ کیجئے۔ (ب) اس صحیح اور صریح حدیث کے ہوتے ہوئے جمہور کا مسلک اس کے خلاف کیوں ہے (ج) ابن اخت اور ابن اخ کے تعارض کو دفع کریں۔

جواب: (الف) حضرت سفیان بن سعید سے روایت ہے کہ وہ ام المؤمنین حضرت ام حبیبہؓ کے پاس گئے، انہوں نے ایک ستو کا پیالہ ان کو پلایا پھر ابوسفیان نے پانی منگا کر کلی کی؛ تو حضرت ام حبیبہؓ نے کہا کہ اے میرے بھانجے تم نے وضوء کیوں نہیں کیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ وضوء کرو ان کھانوں سے جو آگ سے پکے ہوں ابوداوٗد کہتے ہیں کہ زہری کی حدیث میں، یا ابن اُخی ہے، یعنی اے میرے بھتیجے۔

(ب) اس صحیح اور صریح حدیث کے ہوتے ہوئے جمہور کا مسلک اس کے خلاف اس وجہ سے ہے کہ جمہور اس حدیث کے تین جوابات دیتے ہیں۔

۱/ وضوء مما مست النار، کا حکم منسوخ ہو چکا ہے دلیل .کان آخرالامرین۔

۲/ وضوء کا حکم استحباب پر محمول ہے نہ کہ وجوب پر، دلیل آپ ﷺ سے وضوء بھی ثابت ہے اور ترک وضوء بھی، اور یہ استحباب کی شان ہے۔

۳/اس باب میں وضوء سے مراد وضوء اصطلاحی نہیں بلکہ وضوء لغوی ہے، یعنی ہاتھ منھ دھونا دلیل ثم اتینا بماء فغسل رسو ل الله صلى الله عليه وسلم يديه مسح ببلل كفيه وجهه الخ.

حضرت مولانا تقی عثمانی صاحب نے لکھا ہے کہ یہ تینوں توجیہات بیک وقت درست اور صحیح ہیں درس ترمذی جلد اصفحہ ۲۹۸۔

(ج) یاابن اُختی یعنی اے میرے بھانجے کہنا تو واقعہ کے مطابق ہے اسلئے کہ یہ دونوں خالہ بھانجے ہیں اور یاابن اُخی کہنا مجازا ہوگا السمح المحمود صفحہ ۴۶۱۔

ابوداوٗد شریف ص ۲۷

(۳۴) سوال: عن أبي خالدِ الدَّالَانِيِّ عن قتادةَ عن ابى العاليَةِ عن عباس انَّ رسول الله صلى الله عليه وسلم كان يسجُد وينَامُ وَيَنْفُخ ثُمَّ يقومُ فيصلى ولا يتوضَّا فقلت لهُ صَلَّيْتَ وَلَمْ تتوضَّأ وقد نمت فقال انما الوضوءُ على من نام مضطجعًا قال ابو داؤد قوله الوضوءُ على من نام مضطجعًا هو حديثٌ منكرٌ لم يروه الا يزيدَ الدَّالا نىّ عن قَتادةَ . وروى اوّلهُ جماعةٌ عن ابن عباس لم يذكروا شيئا من هذا قال كان النبى صلى الله عليه وسلم محفوظًا . وقال شعبة انما سمع قتادةُ عن ابى العاليةَ اربعةَ احاديث .

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کیجئے و مطلب بیان کیجئے :(ب) قال ابوداؤد کی وضاحت کریں یزید الدالانی کے بارے میں کسی نے توثیق کی ہوتو اس کوتحریر کریں .اور بوداوٗد کے اعتراض کا جواب تحریر کریں (ج) نوم مطلق ناقض وضوء ہے یانہیں۔

جواب: (الف) حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سجدہ کرتے تھے اور سوجاتے تھے یہاں تک کہ خراٹوں کی آواز آتی تھی، پھر نماز پڑھتے تے

اور وضوء نہیں کرتے تھے ,ایک بار میں نے کہا کہ آپ ﷺ نے نماز پڑھی اور وضوء نہیں کیا حالانکہ آپ ﷺ سو گئے تھے آپ ﷺ نے فرمایا کہ وضوء اس شخص کیلئے ضروری ہے جو کروٹ لے کر سوجائے۔

امام ابوداوٗد نے کہا کہ الوضوء علیٰ من نام مضطجعاً حدیث منکر ہے: قتادہ سے یزید دالانی کے علاوہ کسی نے بھی اس کو روایت نہیں کیا۔

اور حدیث کے اول حصہ کو ایک جماعت نے ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے مگر اس میں یہ مضمون نہیں ہے ,حضرت ابن عباسؓ نے کہا کہ آپ ﷺ اس سے محفوظ تھے۔

شعبہ نے کہا کہ قتادہ نے ابوالعالیہ سے صرف چار حدیثیں سنی ہیں۔

(ب) حضرت امام ابوداوٗد یہ فرماتے ہیں کہ حدیث کا یہ ٹکڑا (الوضوء علیٰ من نام مضطجعاً) یہ منکر ہے کیونکہ اس ٹکڑے کو قتادہ سے صرف یزید دالانی روایت کرتے ہیں اور یہ ضعیف ہے .اور حدیث کے اول حصہ کو ایک جماعت یعنی ابوالعالیہ کے سوا ابن عباس کے دوسرے تلامذہ ,عکرمہ ,کریب ,سعید بن جبیر نے اس حدیث کے صرف ابتدائی حصہ کو ذکر کیا ہے نہ کہ آخری حصہ کو بھی یعنی انہوں نے الوضوء علیٰ من نام مضطجعا والا ٹکڑا چھوڑ دیا اس کو بیان نہیں کیا۔

وقال شعبة .اس سے مصنفؒ فرماتے ہیں کہ شعبہ کہتے ہیں کہ قتادہ نے ابوالعالیہ سے صرف چار احادیث سنی ہیں،

۱ر یونس بن متّٰی کی حدیث جو بخاری شریف میں کتاب الأنبیاء میں ہے۔

۲ر ابن عمر کی حدیث جو نماز سے متعلق ہے۔

۳ر حضرت علی کی حدیث جو قاضیوں سے متعلق ہے۔

۴ر حضرت ابن عباس کی حدیث، حدثنی رجال مرضیون منهم عمر وارضاء هم عندی عمر اب ہم نے دیکھا کہ حدیث انما الوضوء علیٰ من نام

مضطجعاان چاروں میں شامل نہیں ہے تو معلوم ہوا کہ یہ حدیث منقطع السند ہے۔

ابوداؤد کے اعتراض کا جواب یہ ہے کہ ابوداؤد نے حدیث منکر جو کہا ہے کہ یہ ضعیف ہے یزید دالانی کی وجہ سے تو اس کا جواب یہ ہے کہ یزید دالانی مختلف فیہ ہے چنانچہ ان کو ابوحاتم نے ثقہ اور ذہبی نے حسن الحدیث کہا ہے پس یہ متوسط ہے نہ کہ ضعیف محض نیز وہ زیادتی بیان کررہا ہے مخالفت نہیں کررہا ہے اس کے علاوہ حدیث ھذا کے شواہد بھی موجود ہیں فلہٰذا یہ حجت ومعتبر اور حسن لغیرہ ہے زبدۃ المقصود صفحہ ٦١۔

اوروروی اولــہ کا جواب یہ ہے کہ ابوالعالیہ کو ابوحاتم ,ابوزرعہ ,ابن معین نے ثقہ کہا ہے اور علامہ الانکائی کہتے ہیں مجمعٌ علیٰ ثقته: زبدۃ المقصود صفحہ ٦١ بذل المجہود جلد اصفحہ ٥٦ لہٰذا ان کی زیادتی معتبر ہے۔

امام ابوداؤد کے قول وقال شعبۃ کا جواب یہ دیا ہے کے چاروالا حصر تقریبی ہے تحقیقی نہیں؛ چنانچہ امام ترمذیؒ نے ان کی حدیث تین بیان کی ہے اور امام بیہقی نے ایسی روایات کی تعداد چھ بتائی ہیں۔

یزید دالانی کے بارے میں ابوحاتم نے توثیق کی ہے یعنی ابوحاتم نے ان کو ثقہ کہا ہے۔

(ب) نوم مطلق ناقض وضوء ہے یا نہیں اسمیں اختلاف ہیں۔

۱ر نوم مطلقا غیر ناقض وضوء ہے یہ مسلک حضرت ابن عمرؓ ,ابوموسیٰ اشعری اور ابومجلزؒ وغیرہ حضرات کا ہے۔

۲ر نوم مطلقا ناقض وضوء ہے. خواہ قلیل ہو یا کثیر یہ قول حسن بصری، امام زہری اور امام اوزاعی سے منقول ہے۔

۳ر نوم غالب ناقض ہے اور نوم غیر غالب غیر ناقض ہے یہ مسلک ائمہ اربعہ اور جمہور کا ہے. اس تیسرے قول کے قائلین اس بات پر متفق ہیں کہ نوم بنفسہ ناقض نہیں بلکہ مظنہ خروج ریح کی وجہ سے ناقض ہوتی ہے چنانچہ یہ مظنہ معمولی نیند سے پیدا نہیں ہوتا اسلئے اختیار

کیا گیا غیر غالب ناقض نہیں۔

ابوداوٗد شریف ص ۲۷

(۳۵)سوال: عَن عَلِيٍّ قال : كنتُ رجُلاً مَذَّاءً فجعلتُ أغتسِلُ حتىٰ تَشَقَّقَ ظَهرِيْ،فذكرتُ ذالك للنَّبِيِّ صلى الله عليه وسلَّمَ،فقال رسولُ الله صلى الله عليه وسلم لا تفعل اذارأيتَ المذيَّ ، فاغسل ذَكَرَكَ وتوضّأ وُضُوءكَ لِلصّلاة، فاذافضخت الماءَ فَاغْتَسِلْ.

(الف)اعراب لگا کر ترجمہ کیجئے:(ب)مذی ودی اور منی کے مابین فرق واضح کیجئے (ج)منی کی طہارت ونجاست کے بارہمیں ائمہ کے مذاہب مع دلائل تحریر کریں۔

جواب:(الف) حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ میری مذی بہت نکلا کرتی تھی ,تو میں غسل کیا کرتا تھا، یہاں تک کہ (نہاتے نہاتے) میری پیٹھ پھٹ گئی. میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کیا آپ ﷺ نے فرمایا کہ جب مذی نکلے تو (غسل) مت کرو بلکہ اپنے ذکر کو دھو کر نماز کی طرح وضوء کرلو,اور جب منی نکلے تو البتہ غسل کرو۔

(ب)مذی ودی اور منی کے مابین فرق یہ ہے کہ جب شہوت سے خارج ہوتو بالاجماع موجب غسل ہے خروج من غیر شہوت کی صورت میں اختلاف ہے احناف کے نزدیک موجب غسل نہیں اور بعض فقہاء کے نزدیک موجب غسل ہے اور مذی کے ناقض وضوء ہونے میں سب کا اتفاق ہے البتہ طریقہ تطہیر میں اختلاف ہے اور ودی کے ناقض وضوء ہونے میں اور طریقہ تطہیر میں سب کا اتفاق ہے :معلوم ہوا کہ منی کے نکلنے سے غسل واجب ہوتا ہے اور مذی اور ودی کے نکلنے سے غسل واجب نہیں ہوتا البتہ وضوء ٹوٹ جاتا ہے۔

حضرت علامہ انور شاہ کشمیریؒ نے ارشاد فرمایا کہ مذی اور منی دونوں میں شہوت قدر

مشترک ہے مگر ایک جگہ صرف وضوء ہے اور دوسری جگہ غسل ہے. دونوں میں فرق یہ ہے کہ مذی میں شہوت ضعیف ہے, قضاء شہوت بھی ضعیف ہے اور تلذذ بھی کم ہے, اسلئے ذکراللہ سے غفلت بھی کم ہے. تو صرف وضوء کا حکم دیا گیا, اور منی میں شہوت بھی کامل ہے اور قضاء شہوت بھی کامل ہے نیز تلذذ میں بھی پورا جسم شامل رہتا ہے اور اسی لئے ذکراللہ سے بھی غفلت ہوجاتی ہے اسلئے غسل کا حکم دیا گیا تا کہ غسل کے بعد طبیعت نشاط پر آجائے اور ذکراللہ کی طرف توجہ ہوجائے؛ السح المحمود صفحہ ۴۸۴ ایضاح البخاری صفحہ ۳۸۲ جلد ۲۔

(ج) حضرت امام شافعیؒ اور امام احمدؒ کے نزدیک منی پاک ہے۔

دلیل حضرت عائشہؓ کی حدیث! **كنتُ أفركُ المنِيَّ من ثوبِ رسول الله** ﷺ چونکہ فرک نجاست کو پاک نہیں کرسکتا اور منی رگڑنے سے پاک ہوجاتی ہے معلوم ہوا کہ منی فی نفسہ ناپاک نہیں اسلئے منی کو کھرچ دینے سے کپڑا پاک ہوجاتا ہے اور اگر نجاست ہوتی تو کپڑا ہرگز بغیر دھوئے پاک نہ ہوتا۔

دلیل ثانی استدلال بالقیاس کے طور پر امام شافعیؒ نے کتاب الام میں فرمایا ہے کہ ہم منی کو کس طرح نجس کہہ سکتے ہیں جبکہ انبیاء کرام جیسی مقدس اور پاکیزہ شخصیات کی تخلیق اسی سے ہوئی ہے۔

حضرت امام اعظمؒ اور امام مالکؒ کے نزدیک منی نجس ہے دلیل **قال سأل رجل النبيَّ صلى الله عليه وسلم أصلي في الثوب الذي أتي فيه أهلي, قال نعم ,الّا أن ترىٰ فيه شيأ فتغسله** .یعنی اگر کپڑے پر منی کا کوئی قطرہ لگا ہوتو بغیر دھوئے نماز نہ پڑھیے, معلوم ہوا کہ منی نجس ہے ورنہ دھونے کی ضرورت نہ تھی۔

۲/ حنفیہ کا استدلال ان تمام روایات کے مجموعہ سے بھی ہے جن میں منی کے فرک یا غسل کا حکم ہے اس مجموعہ سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ منی کو کپڑے پر چھوڑنا گوارا نہیں کیا گیا، اگر یہ بات ہوتی تو کہیں بیان جواز کے لئے یہ بات ثابت ہوتی کہ اسے کپڑے یا جسم

پر چھوڑا گیا ہے: ان کے علاوہ اور بہت ساری دلیلیں ہیں اسح المحمود صفحہ ۴۸۷۔

امام شافعیؒ اور امام احمدؒ کی دلیل کا جواب یہ ہے کہ اشیاء نجسہ کی پاکی کے طریقے مختلف ہیں ; بعض جگہ تطہیر کے لئے غسل ضروری ہے اور بعض جگہ نہیں: چنانچہ روئی کو پاک کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ اس کو دھن دیا جائے ,اسی طرح زمین خشک ہونے سے پاک ہوجاتی ہے اسی طرح منی سے طہارت حاصل کرنے کا ایک طریقہ یہ ہے کہ فرک کردیا جائے بشرطیکہ وہ خشک ہوگئی ہو۔

دوسری دلیل کا جواب یہ ہے کہ انقلاب ماہیت سے شیٔ نجس طاہر ہوجاتی ہے لہذا جب منی منقلب الی اللحم ہوگئی تو قلب ماہیت کی وجہ سے اس میں طہارت آگئی :اسح المحمود صفحہ ۴۸۸۔

ابوداؤد شریف ص ۲۷

(۳۶) سوال: حدثنا عثمان بن أبی شیبةَ أخبرنا شریکٌ وجریرٌ وابنُ اِدریس عن الأعمش عن شقیقٍ قال قال عبدُالله: کُنّا لانتوضّأ مِن مَوطِئٍ وَلَا نکُفُّ شعراً ولا ثوباً قال ابراهیم بن معاویة عن الاعمش عن شقیق عن مسروق او حدِّثَه عنه قال قال عبدالله ، وقال هَنّادٌ عن شقیق او حُدِّثَهُ عنه قال عبدُ الله .

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کیجئے اور مطلب بیان کیجئے: (ب) سند کے اختلاف کو واضح کریں۔

جواب: (الف) حضرت شقیق کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے فرمایا کہ ہم راستہ میں چل کر پاؤں نہیں دھوتے تھے' اور نماز میں بالوں اور کپڑوں کو نہیں سمیٹے تھے' ابراہیم نے عن الأعمشِ عن شقیق عن مسروق کا یعنی مسروق کا واسطہ بیچ میں

لائے' اور ہناد نے اس طرح کہا کہ شقیق عبداللہ سے روایت کرتے ہیں یعنی مسروق کا واسطہ نہیں۔

اس میں یہ بیان کیا جارہا ہے کہ اگر کوئی آدمی وضوء کرکے گھر سے مسجد کی طرف ننگے پیر چلا' راستہ میں گندگی ہے جس پر وہ گزرتا ہے' تو کیا اس کے لئے مسجد میں پہنچ کر وضوء کرنا یا پیر دھونا ضروری ہے' یا نہیں اس حدیث سے یہ معلوم ہو رہا ہے کہ وضوء کرنا ضروری نہیں۔

قولہ ولا نکف :اس کا مطلب یہ ہے کہ حضرت عبداللہ فرماتے ہیں کہ نماز میں سجدے میں جاتے وقت ہم اپنے سر کے بال اور کپڑوں کو اس خیال سے کہ کہیں زمین کی مٹی اور گرد وغبار نہ لگ جائے' نہیں سمیٹتے تھے کیونکہ یہ چیز خشوع فی الصلاۃ کے خلاف ہے۔

(ب) یہاں سے مصنفؒ سند کے اختلاف کی وضاحت فرمارہے ہیں, تفصیل اس کی یہ ہے کہ مصنفؒ کے تین استاذ ہیں ا/ ہناد ۲/ ابراہیم ۳/ عثمان. عثمان کی سند سے تو معلوم ہوتا ہے کہ اعمش اور شقیق کے درمیان کوئی واسطہ نہیں اور ایسے ہی شقیق اور عبداللہ بن مسعود کے درمیان بھی واسطہ نہیں ابراہیم کی سند میں اعمش اور شقیق کے درمیان تو کوئی واسطہ نہیں لیکن شقیق اور عبداللہ بن مسعود کے درمیان مسروق کا واسطہ ہے .اور ہناد کے الفاظ سے معلوم ہوتا ہے کہ شقیق اور عبداللہ بن مسعودؓ کے درمیان تو کوئی واسطہ نہیں لیکن اعمش اور شقیق کے درمیان واسطہ ہونے اور نہ ہونے میں ان کو تردد ہے۔

اوحدثہ عنہ اس صورت میں ابراہیم کی سند میں شقیق اور عبداللہ بن مسعودؓ کے درمیان دو واسطے ہوجائیں گے ,ایک مسروق کا اور دوسرا راوی مبہم ہے جو سند میں مذکور نہیں اور یہ دوسرا واسطہ شقیق اور مسروق کے درمیان ہوگا تقدیری عبارت یہ ہے: اَوحُدث شقیق عن مسروق یعنی یا تو شقیق براہ راست مسروق سے روایت کرتے ہیں یا کسی مبہم واسطہ سے

ا:السمح المحمود صفحہ ۱۴۸۔

ابوداوٗدشریف ص۲۹

(۳۷)سوال:عن أبی سلمة عن أبی سعیدالخدرِیؓ اَنَّ رسولَ الله صلی الله علیه وسلم قال الماءُ من الماءِ و کان ابوسلمةَ یفعل ذٰلک.

(الف)الماء من الماء کاوہ مفہوم بیان کریں جس پرابوسلمہ عامل تھے(ب)پھر مسئلہ مذکورمیں ائمہ اربعہ کے اقوال مع دلائل اوراس حدیث کا جواب تحریر کریں:(ج)اس مسئلہ میں امت کے اتفاق کرنے کی جوشکل پیش آئی اس کومختصراًتحریرکریں۔

جواب:(الف)ابوسلمہ الماء من الماء کامفہوم یہ بیان کرتے تھے کہ اگرکوئی شخص اپنی بیوی سے جماع کرے اورمنی نہ نکلے یعنی اس کوانزال نہ ہوتو ایسے شخص پرغسل واجب نہیں ہوتا؛غسل اسی وقت واجب ہوتا ہے جب کہ اس کوانزال ہوجائے اکسال کی صورت میں نماز کی وضوءکریگااوراپنے ذکرکودھلیگا.حاشیہ ابوداوٗدنمبرا۔

(ب)تمام ائمہ کااتفاق ہے کہ حشفہ کے چھپ جانے سے غسل واجب ہوجاتا ہے

ابن العربیؒ فرماتے ہیں کہ صحابہ کرام کے مابین اس مسئلے میں اختلاف شروع میں رہا ہے حضرت عمر کے فیصلہ کے بعدوجوب غسل پراجماع ہوگیاتھا۔

ائمہ اربعہ کی دلیل حضرت عائشہؓ کی حدیث **اذا جاوز الختانُ الختانَ فقد وجب الغسل** :جمہورکی طرف سے الماء من الماء کے متعددجواب دیئے گئے ہیں۔

۱ریہ منسوخ ہے۔

۲ریہ حدیث محمول ہے مباشرت فی غیرالفرج پراوراس صورت میں غسل سب کے نزدیک انزال ہی پرموقوف ہے۔

۳رابن عباس کی توجیہ جس کوامام ترمذیؒ نے بھی بیان کیا ہے وہ یہ ہے کہ یہ حدیث احتلام پرمحمول ہے۔یعنی جماع کی دوقسمیں ہے

ا۔ جماع فی الیقظہ ۲۔ جماع فی المنام جس کو احتلام کہتے ہیں اول صورت میں اذا التقی الختان الختان والی حدیث پر عمل ہوگا اور دوسری صورت میں الماء من الماء والی حدیث پر چنانچہ احتلام میں بلا انزال کے بالاتفاق غسل واجب نہیں ہوتا۔ الدر المنضو دصفحہ ۳۴۴۔

(ج) اس مسئلہ میں امت کے اتفاق کرنے کی شکل یہ پیش آئی کہ ایک مرتبہ حضرت عمرؓ کی مجلس میں ایک مسئلہ پر گفتگو ہو رہی تھی یہ دونوں جماعتیں آپس میں اختلاف کر رہی تھیں، اس پر حضرت عمرؓ نے فرمایا انتم اھل بدر الاخیار فکیف بمن بعد کم تم اتنے بڑے بڑے اہل بدر حضرات جب اس مسئلہ میں اختلاف کر رہے ہو تو بعد والوں کا کیا حال ہوگا تو اس پر انہوں نے عرض کیا کہ اے امیر المؤمنین اگر آپ اس مسئلہ کی صحیح تحقیق چاہتے ہیں تو ازواج مطہرات سے معلوم کریں چنانچہ انہوں نے اولاً حضرت حفصہؓ کے پاس آدمی بھیجا لیکن انہوں نے لاعلمی کا اظہار فرمایا اس کے بعد انہوں نے حضرت عائشہؓ کی خدمت میں قاصد بھیجا تو انہوں نے فرمایا اذا جاوز الختان الختان فقد وجب الغسل چنانچہ حضرت عمرؓ نے اسی کے مطابق فیصلہ فرمادیا اس واقعہ کی تخریج امام طحاوی نے شرح معانی الاثار میں کی ہے۔ الدر المنضو دصفحہ ۳۴۳۔

ابوداؤد شریف ص ۳۱

(۳۸) سوال : بابٌ فی الرجلِ یجد البلةَ فی منامہٖ عن عائشةؓ قالت سئلَ النبی صلی اللہ علیہ وسلم عن الرجلِ یجدُ البَللَ ولا یذکر احتلاماً قال یَغتَسِلُ .

(الف) اعراب لگائیے اور ترجمہ کیجئے: حدیث مذکور میں البلل سے مراد کیا ہے؟
(ب) کیا مطلق بلل پر غسل کا حکم ہے یا اسمیں تفصیل ہے اگر تفصیل ہو تو تمام صورتوں کو تحریر

کر کے ہرایک کا حکم بیان کریں۔

جواب:(الف) یہ باب اس شخص کے بارےمیں ہے جو اپنے خواب میں تری پائے حضرت عائشہؓ سے مروی ہے حضرت عائشہؓ نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا اس شخص کے بارےمیں جو تری پائے اور اس کو احتلام یاد نہ ہو تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ وہ غسل کریگا؛ یعنی ایسے شخص پر غسل واجب ہے۔

ابرہیم نخعی کا مسلک یہ ہے کہ اس حدیث میں بلل سے مطلق تری مراد ہے خواہ اس کا منی ہونا محقق ہو یانہو۔

اور اکثر علماء کی رائے یہ ہے کہ اس سے منی کی تری مراد ہے۔

(ب) اسمیں تفصیل ہے.علامہ شامی نے اس مسئلے کی چودہ شکلیں ذکر فرمائی ہیں۔
ا رتیقن منی ۲ رتیقن مذی ۳ رتیقن ودی یہ تینوں شکلیں تیقن کی ہوئیں اور چار عدم تیقن اور شک کی ہیں ,ا رالشک بین الاولین (منی اور مذی) ۲ رالشک بین الاخیرین (مذی وودی) ۳ رالشک بین الاول والثالث (منی وودی) ۴ رالشک فی الثلاث یعنی تری کے بارےمیں تینوں خیال ہو,ہوسکتا ہے کہ منی ہو ہوسکتا ہے مذی ہو ہوسکتا ہے ودی ہو یہ کل سات صورتیں ہوئی ان میں سے ہرایک کی دوصورتیں ہیں.ا رتذکر احتلام ۲ رعدم تذکر احتلام یہ کل چودہ صورتیں ہوئیں۔

ان کا حکم تذکر احتلام کی سات صورتوں میں سے ایک کے علاوہ باقی سب صورتوں میں غسل واجب ہے اور وہ ایک صورت تیقن ودی کی ہے:۔

اور عدم تذکر احتلام میں تفصیل یہ ہے کہ ایک صورت یعنی تیقن منی کی صورت میں غسل بالاتفاق واجب ہے.اور تیقن مذی اور تیقن ودی اور الشک بین المذی والودی ان تینوں میں بالاتفاق غسل واجب نہیں:اور احتمال منی (جسکی تین صورتیں ہیں) شک بین الاولین.شک بین الاول والثالث،شک فی الثلاث.ان میں طرفین کے نزدیک غسل واجب ہے اور امام

ابو یوسفؒ کے نزدیک واجب نہیں۔

حاصل یہ ہے کہ عدم تذکر احتلام کی سات صورتوں میں سے امام ابو یوسفؒ کے نزدیک صرف ایک صورت یعنی تیقن منی میں غسل ہے باقی چھ میں نہیں۔ اور عند الطرفین تیقن منی اور احتمال منی جس کی تین صورتیں ہیں ان چاروں صورتوں میں بھی غسل واجب ہے یہ تفصیل تو مذہب احناف میں ہے۔

شافعیہ کے نزدیک صرف تین صورتیں ہیں۔ تیقن منی، تیقن غیر منی اور احتمال منی۔ پہلی دو صورتوں کا حکم ظاہر ہے یعنی منی کی صورت میں غسل واجب ہے اور غیر منی کی صورت میں واجب نہیں اور تیسری صورت میں ان کے یہاں اختیار ہے غسل اور عدم غسل میں۔

اور اسی طرح حنابلہ کے یہاں ہے لیکن وہ شک اور احتمال کی صورت میں یہ کہتے ہیں کہ اگر قبل النوم خروج مذی کے اسباب میں سے کوئی سبب پایا گیا ہو تب تو غسل واجب نہیں اور اگر سبب خروج مذی نہ پایا گیا ہو تو غسل واجب ہے۔

اور مالکیہ کے یہاں احتمال منی کے سلسلہ میں یہ ہے کہ اگر شک ہو منی اور باقی دو (مذی اور ودی) میں سے کسی ایک میں تب تو غسل واجب ہے اور اگر شک تینوں میں ایک ساتھ ہو تو اب چونکہ احتمال منی ضعیف ہو گیا اسلئے غسل واجب نہ ہوگا۔ الدر المنضود صفحہ ۳۶۲

چودہ صورتیں = سات احتلام یاد ہو

۱/ منی کا یقین ہو اور احتلام یاد ہو۔

۲/ مذی..........................

۳/ ودی..........................

۴/ منی اور مذی میں شک ہو اور احتلام یاد ہو

۵/ مذی اور ودی..........................

۶/ منی اور ودی..........................

۷/ منی مذی اور ودی..........................

احتلام یاد نہ ہو.

۱/ منی کا یقین ہو اور احتلام یاد نہ ہو

۲/ مذی..........................

۳/ ودی..........................

۴/ منی اور مذی میں شک ہو اور احتلام یاد نہ ہو۔

۵/ مذی اور ودی..........................

۶/ منی اور ودی..........................

۷/ منی مذی اور ودی..........................

(یہ کل چودہ صورتیں ہوئیں) انکا حکم گذر گیا۔

ابوداوٗد شریف ص۳۳

(۳۹)سوال : عن امّ سَلَمَةَ قالت : ان امرأةً مِن المسلمينَ ' قال زُهيرٌ : انّها قالت : يا رسولَ الله انىّ امرأةٌ أشُدُ ضُفرَ راسى ' افأنقُضُه لِلجَنابةِقال انّما يكفيكِ أن تَحْفِنِى عليه ثلاثا ' وقال زُهيرٌ تَحثِىْ عليه ثلاثَ حَثَياتٍ من ماءٍ ' ثُمّ تُفِيضِى علىٰ سائرِ جَسَدِكِ' فاذا أنتِ قد طَهُرتِ.

(الف)اعراب لگا کر ترجمہ کریں (ب) حدیث سے جو مسئلہ ثابت ہورہا ہے اس کو بیان کریں (ج) اس کے بعد لکھیں کہ اگر حیض کے بعد کا غسل ہو تو اس کا کیا حکم ہے اسمیں اگر ائمہ کا اختلاف ہو تو ہر ایک کا مذہب اس کی دلیل کے ساتھ تحریر کریں (د) یہ حکم مرد اور عورت دونوں کیلئے ہے یا دونوں کے درمیان فرق ہے اگر فرق ہے تو یہ کس کا مسلک ہے اور ان کی دلیل کیا ہے تحریر کریں

جواب:(الف) حضرت ام سلمہؓ نے فرمایا کہ ایک عورت نے پوچھا' زہیر نے کہا کہ ام سلمہؓ نے پوچھا رسول اللہ ﷺ سے کہ یا رسول اللہ ﷺ میں اپنی چوٹی مضبوط باندھتی ہوں کیا غسل جنابت کیلئے ان کو توڑوں آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم کو اپنے سر پر تین چلو پانی ڈال لینا کافی ہے' زہیر کی روایت میں ہے کے تین چلو پانی بھر کر سر پر ڈال پھر سارے بدن پر پانی بہا بس تو پاک ہوگئی۔

(ب) اس حدیث سے یہ مسئلہ ثابت ہوتا ہے کہ اگر کوئی عورت اشد ضفر رأس یعنی اپنے سر کے بالوں کو کسکر باندھے تو اسکے لئے نقض شعر ضروری نہیں بلکہ اصول شعر تک پانی پہونچادینا کافی ہے جیسا کہ اس حدیث میں بیان کیا کہ آپ ﷺ سے سوال کیا گیا کہ کیا غسل جنابت کے وقت بال مضفور کا نقض ضروری ہے تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تین

لپ پانی بہادینا کافی ہے:۔الدر المنضو د ص ۲۷۷ ج ا۔

(ج) حکم الغسل بعد الحیض مع اختلافِ اَئمہ: امام شافعیؒ امام مالکؒ اور احناف یہ فرماتے ہیں کہ اگر غسل کے وقت پانی بغیر نقض بالوں کے ظاہر و باطن کو پہنچ جائے تو نقض واجب نہیں ،ورنہ نقض ضفائر واجب ہے۔

اردلیل حدیث مذکور ہے۲/أنّ ثوبان حَدَّثهم أنَّهم استفتوا النبیَّ صلی الله علیه وسلم عن ذالک فقال . أمَّا الرجلُ فلینشُر رأسه' فلیغسله حتی یبلغُ اصولَ الشعرِ وأمَّا المرأةُ فلا علیها انْ لَا تنقُضَه لِتغرِف علیٰ رأسِها ثلاث غرفاتٍ بکفّیهَا۔

امام احمد حسن بصری اور طاؤس کا مسلک یہ ہے کہ غسل حیض ونفاس میں نقض ضروری ہے اور غسل جنابت میں نہیں بشرطیکہ پانی اصول شعر تک پہنچ جائے .دلیل: حضرت انس کی وہ حدیث ہے جو دار قطنی اور بیہقی میں ہے جسمیں غسل حیض اور جنابت میں اس فرق کی تصریح ہے۔

اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ اس سند میں مسلم بن صبیح ضعیف ہے الدر المنضو د ص ۲۷۶۔

(د) اس جز کا۔جواب سوال نمبر ۴۰ میں آرہا ہے۔

(فائدہ) اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ سوال کرنے والی امرأة من المسلمین ہے اور زہیر کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ سوال کرنے والی خود ام سلمہؓ ہے جمع بین الروایتین یہ ہے کہ آمر امرأة من المسلمین اور سائل خود ام سلمہؓ ہیں جس روایت میں نسبت ام سلمہ کی طرف کی گئی وہ حقیقت ہے اور جس میں امرأة کی طرف کی گئی وہ مجاز ہے الدر المنضو د ص ۲۷۷۔

ابوداؤد شریف ص۳۴

(۴۰)سوال: أنَّ ثوبان حَدَّثهم استفتوا النبیَّ صلی الله علیه وسلم عن ذالک فقال أمّا الرّجلُ فلینشُر رأسَه ' فلیغسِلْه' حتیٰ یبلُغَ أُصولَ الشَّعرِ ' وأمّا المرأۃُ فلاعلیها أن لا تَنقُضَه' لِتغرِفْ علیٰ رأسِهَا ثلاثَ غرفاتٍ بِکَفَّیْها.

(الف) عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں (ب) عورت اور مرد کے غسل جنابت میں ائمہ کے درمیان فرق ہے یا نہیں اگر فرق ہے تو وہ کس مذہب پر ہے (ج) عورت کے غسل جنابت و غسل حیض میں فرق ہے یا نہیں اس کو بھی تحریر کریں۔

جواب: (الف) ثوبان نے ان سے حدیث بیان کی' انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ عَلیہ وسلم سے غسل جنابت کو پوچھا' آپ ﷺ نے فرمایا کہ مرد تو اپنا سر کھولے اور بالوں کو دھوئے یہاں تک کہ پانی جڑوں تک پہنچ جائے اور عورت کو سر نہ کھولنے میں حرج نہیں ہے وہ اپنے سر پر تین چلو پانی دونوں ہاتھوں سے ڈال لے۔

(ب) الفرق فی غسل الجنابة بین الرجل والمرأة.

حضرت امام شافعیؒ وامام مالکؒ فرماتے ہیں کہ عورت اور مرد کے غسل میں کوئی فرق نہیں ہے اگر اصول شعر تک پانی پہنچ جائے تو بال کھولنا ضروری نہیں۔

امام اعظمؒ فرماتے ہیں کہ اگر عورت کے اصول شعر تک پانی پہنچ جائے تو بال کھولنا ضروری نہیں خواہ غسل جنابت ہو یا غسل حیض ونفاس' لیکن مرد کیلئے بہرصورت بالوں کو کھولنا ضروری ہے۔

دلیل مرد عورت کے غسل میں یہ فرق حضرت ثوبان کی حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ جسمیں ہے أمّا الرجلُ الخ آپ ﷺ نے فرمایا کہ مرد اپنے سر کو کھول لے پھر غسل کرے

معلوم ہوا کہ مرد کیلئے بالوں کوکھولنا ہر حال میں ضروری ہے اور عورت کے بارےمیں ارشاد فرمایا واَمَّا المرأةُ فلا: معلوم ہوا کہ عورت کے اصول شعر تک اگر پانی پہنچ جائے تو اس کے لئے کھولنا ضروری نہیں ہے اور یہ ہی ہمارا مسلک ہے. اختلاف الائمہ فی مسائل المہمۃ ص۹۲۔

(ج)الفرق بين غسل الجنابة والحيض ونفاس

ابراہیم نخعی کے نزدیک اگر بال مضفور یعنی بٹے ہوئے ہیں تو نقض ضفائر مطلقا ضروری ہے۔

امام نوویؒ نے اپنا اور جمہور کا مسلک بیان کیا ہے کہ اگر پانی بغیر نقض کے ظاہر و باطن سب میں پہنچ جائے تب تو نقض واجب نہیں ورنہ نقض ضفائر واجب ہے اور یہ ہی مسلک مالکیہ کا ہے۔

اور حنابلہ فرق کرتے ہیں کہ غسل حیض ونفاس میں نقض ضروری ہے اور غسل جنابت میں نہیں بشرطیکہ پانی اصول شعر تک پہونچ جائے. اور یہی مسلک حسن بصری اور طاؤس کا ہے۔

درمختار میں لکھا ہے کہ اگر بال مضفور رہوں تو صرف اصول شعر کو تر کرنا کافی ہے اور اگر بال کھلے ہوئے ہوں تو پورے بالوں کو تر کرنا ضروری ہے۔

ابوداؤد شریف ص۳۵

(۴۱)سوال : عن مُعاذةَ قالت انَّ امراة سألت عائشةَ أتَقْضِيُ الحائضُ الصَّلاةَ فقالت : اَحَرُورِيَّةٌ انت . لقد كُنَّا نَحِيْضُ عند رسول الله صلى الله عليه وسلم فَلانَقضِيُ وَلا نُومَرُ بالقضاء.

(الف) حدیث پاک کا ترجمہ کیجئے: (ب) حروریہ سے کیا مراد ہے وضاحت کیجئے (ج) حائضہ روزہ کی قضاء کریگی یا نہیں اگر روزہ کی قضاء ہے تو نماز اور روزے کے درمیان

فرق کی وجہ بیان کیجئے۔

جواب: (الف) حضرت معاذہ سے روایت ہے کہ ایک عورت نے حضرت عائشہؓ سے پوچھا کہ کیا حائضہ عورت نماز کی قضاء کرے، انہوں نے جواب دیا کہ کیا تو حروریہ ہے ہم کو رسول اللہ کے پاس حیض آتا تھا اور ہم قضاء نہیں کرتی تھیں اور نہ ہم کو نماز کی قضاء کرنے کا حکم ہوتا تھا۔

(ب) حروریہ نسبت ہے حروراء کی طرف جو کوفہ کے قریب ایک قریہ ہے حضرت علیؓ کے خلاف وہاں خوارج کا اجتماع ہوا تھا اس لئے خوارج کو اس قریہ کی طرف منسوب کر کے حروری کہا جاتا ہے۔

یہاں پر یہ سوال ہوتا ہے کہ حضرت عائشہؓ نے اس سوال کرنے والی کو اس کے سوال پر دفعتاً فرقہ خوارج کی طرف کیسے منسوب کر دیا، جو کہ یقیناً ایک بددین فرقہ ہے۔

جواب یہ ہے کہ حضرت عائشہؓ کو بظاہر یہ شبہ ہوا کہ سائلہ کو اس حکم شرعی کے ثبوت میں تردد ہے جیسا کہ مسلم کی روایت کے الفاظ سے مستفاد ہوتا ہے مسلم کی روایت میں اس طرح ہے کہ عورت نے کہا مَا بَالَ الحَائِضُ تَقْضِی الصَّوم وَلَا تَقْضِی الصَّلوٰۃَ اس بناء پر حضرت عائشہؓ نے یہ طرز اختیار فرمایا۔

دوسرا جواب یہ ہوسکتا ہے کہ حضرت عائشہؓ کا یہ کہنا بطور ظرافت اور خوش طبعی کے تھا حقیقت کلام مراد نہیں۔

اہل سنت والجماعت کے درمیان یہ مسئلہ اجماعی ہے کہ زمانہ حیض کی نمازوں کی قضاء کی حاجت نہیں برخلاف صوم کے کہ اس کی قضاء واجب ہے۔ خوارج کا اسمیں اختلاف ہے وہ وجوب قضاء صلوۃ کے قائل ہیں؛ دونوں میں فرق کی وجہ مشہور ہے کہ اگر نمازوں کی قضاء واجب ہو تو فرض مکرر اور دوگنا ہو جائیگا جس میں حرج ہے۔ اور حرج شریعت میں مدفوع ہے اور قضاء صوم میں یہ بات لازم نہیں آتی ہے (الدالمنضود) ص ۳۸۳۔

ابوداؤد شریف ص ۳۵

(۴۲)سوال :عن خَصيفٍ عن مِقْسَم عن ابن عباسٍ عن النبیِّ صلی الله علیه وسلم قال اذا وَقَعَ الرَّجُلُ بأهلِه وهی حائضٌ فليتصدَّقْ بنصفِ دينارٍ : قال ابو داو'د وکذا قال علیُّ بنُ بذِيمَةَ عَن مِقْسَمٍ عن النبیِّ صلی الله علیه وسلم مرسلاً وروی الاوزاعیُّ عن يزيدَ بنِ مالكٍ عن عبدالحميد بنِ عبدالرحمٰن عن النبیِّ صلی الله علیه وسلم قال أمَرَ ہ' أيَتَصَدَّق بِخُمس دينار.

(الف) حدیث بااعراب لکھکر ترجمہ کریں (ب) اور یہ بتائے کہ حالت حیض میں جماع کرنے کے بعد اس کی تلافی اور کفارہ کیا ہے اس بارےمیں ائمہ کرام کے مابین اختلاف کو بیان کریں:(ج) قال ابوداؤد کا مقصد واضح کریں۔

جواب: (الف) حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب کوئی حیض میں اپنی عورت سے صحبت کرے تو آدھا دینار صدقہ کرے .ابوداؤد نے کہا کہ ایسے ہی علی بن بذیمہ نے بواسطہء مقسم حضور ﷺ سے مرسلا نقل کیا ہے: اور اوزاعی نے بطریق یزید بن ابی مالک عن عبدالحمید حضور ﷺ سے روایت کیا ہے کہ حضور ﷺ نے ان کو (سائل کو) دوخمس دینار صدقہ کرنے کا حکم فرمایا۔

(ب)حکم الجماع فی حالة الحيض ومذاهب الأئمة.

وطی فی حالة الحيض بالأجماع حرام ہے نص قطعی سے اس کی حرمت ثابت ہے' البتہ اسمیں اختلاف ہورہا ہے کہ اس کے مستحل کی تکفیر کی جائیگی یانہیں' قیاس کا تقاضہ تو یہی ہے کہ اس کی تکفیر کی جائے اور بہت سے علماء کی رائے بھی یہی ہے ,لیکن درمختار میں لکھا ہے کہ محققین کے نزدیک اس کی تکفیر نہیں کی جائیگی کیونکہ وطی فی حالة الحيض قبيح

لعینه نہیں بلکہ لغیرہ ہے۔اب اگر وطی فی حالۃ الحیض ہو جائے تو اس کا جو کفارہ حدیث میں مذکور ہے وہ جمہور اور ائمہ اربعہ کے نزدیک بطریق استحباب ہے اور ایسے شخص پر اصل واجب توبہ واستغفار ہے۔

البتہ امام احمدؒ کی ایک روایت اور امام شافعیؒ کا قول قدیم یہ ہے کہ اسمیں کفارہ واجب ہے اور یہی مذہب ہے حسن بصری، اسحاق بن راہویہ اور سعید بن جبیر کا پھر جو لوگ وجوب تکفیر کے قائل ہیں ان میں اختلاف ہے کہ کفارہ میں کیا واجب ہے، حسن بصری اور سعید بن جبیر کے نزدیک عتق رقبہ ہے اور باقی کے نزدیک دینار یا نصف دینار۔ نیز یہ بھی کہ حدیث میں جو لفظ او وارد ہے کہ دینار یا نصف دینار دے یہ امام احمدؒ کے نزدیک تخییر کے لئے ہے (کما فی الروض المربع)

اور امام شافعیؒ کے نزدیک تنویع کے لئے ہے کما قال ابن ارسلان یعنی اگر ابتداء زمان حیض میں وطی کی تب تو ایک دینار کا تصدق کیا جائے اور اگر اخیر زمان میں وطی کی تو نصف دینار، اسی طرح ترمذی میں ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ اگر دم احمر ہے تو ایک دینار اور اگر اصفر ہے تو نصف دینار، اس کی وجہ بھی یہی ہے کہ حیض ابتداء مدت میں احمر اور اخیر مدت میں اصفر ہو جاتا ہے اور بظاہر اول وآخر میں فرق اسلئے ہے کہ پہلی صورت میں جرم شدید ہے اور دوسری صورت میں صحبت کو کسی قدر فصل ہو جانے کی وجہ سے فی الجملہ اس کو معذور سمجھا جائیگا اسی لئے کفارہ میں تخفیف کر دی گئی۔(الدر المنضود ص از ۳۸۳ تا ۳۸۴ ج ا۔

(ج) توضیح قال ابوداؤد۔قال ابو داؤد و کذاقال علیٰ ابن بذیمه الخ اس قال سے یہ بتلانا ہے کہ اس حدیث کے متن میں اختلاف ہے چنانچہ مقسم کے تلامذہ میں سے تین تلامذہ نے (عبدالحمید، ابوالحسن، عبدالکریم) نے دینار او نصف دینار ذکر کیا ہے اور باقی دو تلامذہ (خصیف وعلی بن بذیمه) نے مطلقا نصف دینار ذکر کیا ہے۔

وری الاوزاعی الخ اس قال سے اختلاف سند ومتن کی وضاحت مقصود ہے کہ

بروایت اوزاعی عن یزید بن ابی مالک عن عبدالحمید عن النبی صلی الله علیه وسلم. یہ حدیث معضل ہے کہ عبدالحمید بن عبدالرحمان کے بعد مقسم وعمرؓ کے دو واسطے ساقط ہیں ,نیز اسمیں دینار اونصف دینار کے بجائے خمس دینار کا ذکر ہے فلہذا یہ حدیث قابل احتجاج نہیں۔

ابوداؤد شریف ص ۳٦

(۴۳)سوال:عن عائشة قالت كان رسولُ الله صلى الله عليه وسلم يأمُرُنا في فوحِ حيضِناأنْ نتزرَ ثُمَّ يُبَاشِرُنا ' وأيُّكم يَمْلِكُ أَرَبَه' كما كانَ رسولُ الله صلى الله عليه وسلم يملكُ أَرَبَه.

(الف)عبارت پر اعراب لگا کر حدیث پاک کا ترجمہ کیجئے .(ب)حائضہ سے استمتاع میں ائمہ کا اختلاف ہوتو اس کو مدلل تحریر فرما کر راجح کو ترجیح دیجئے۔

جواب:(الف)حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ ہم کو حکم کرتے تھے حیض کے شروع میں جب شدت ہوتی تھی' تہبند باندھنے کا' پھر ہم سے مباشرت کرتے تھے'اور تم میں سے کون اپنی شہوت کا مالک ہے جیسے رسول اللہ ﷺ اپنی خواہش پر اختیار رکھتے تھے۔

(فوح)باب(ن)سے ہے یعنی شدت اور تیزی رخون کا شدت سے بہنا۔

(ب)حکم الاستمتاع بالحائضہ ۔ حائضہ سے استمتاع کی تین صورتیں ہیں ۔
۱/الاستمتاع بالجماع ۲/الاستمتاع بمافوق الازار ۳/الاستمتاع بما تحت الازار من غیر جماع.

حکم الاستمتاع بالجماع ۔حائضہ عورت سے جماع کر کے فائدہ اٹھانا تو یہ بالکل حرام ہے اور اس کی صراحت قرآن کریم میں موجود ہے اسی لئے حالت حیض میں جماع کو حلال سمجھنے والے پر بعض علماء نے کفر کا فتوی لگایا ہے اگر چہ عدم تکفیر کا پہلو ہی راجح

ہے۔

حکم الاستمتاع بمافوق الازار ۔حائضہ عورت کی شلوار کے اوپر سے استمتاع کرنا اور اس سے لطف اندوز ہونا اس کے ساتھ بوس کنار کرنا باتفاق امت جائز ہے اور اس کے جواز پر کسی کا بھی اختلاف نہیں ہے۔

حکم الاستمتاع بما تحت الازار من غیر جماع ۔حائضہ عورت کی شلوار کے نیچے سے فائدہ اٹھانا یعنی حائضہ کے سرہ اور رکبہ کے درمیان سے فائدہ اٹھانا حضرت امام اعظم ابوحنیفہؒ امام ابویوسفؒ امام مالکؒ اور حضرت امام شافعیؒ کے نزدیک جائز نہیں اور باقی جسم سے استمتاع جائز ہے اکثر علماء کا یہی قول ہے۔

اور امام محمد اور حضرت امام احمد ابن حنبل کے نزدیک قبل اور دبر کے علاوہ مباشرت بین السرہ والرکبہ جائز ہے (التوضیح المجد ص ۳۹۳)۔

امام نووی نے قسم ثالث جو مختلف فیہ ہے اس کے بارے میں لکھا ہے کہ قول اصح واشہر جمہور شافعیہ کے یہاں تو یہی ہے کہ یہ حرام ہے اور دوسرا قول یہ ہے کہ حرام نہیں بلکہ مکروہ تنزیہی ہے تیسرا قول یہ ہے کہ مباشر کو اپنے نفس پر اعتماد ہے تب تو جائز ہے ورنہ نہیں۔

امام نووی نے قول جواز ہی کو قول مختار اور من حیث الدلیل اقوی لکھا ہے اسی طرح ہمارے علماء میں سے علامہ عینی نے بھی اس کو اقوی لکھا ہے۔

الدلائل :۔دلیل المجوزین ۔مجوزین یعنی امام احمد وامام محمد کی دلیل حضرت انسؓ کی حدیث مرفوع **اصنعوا کل شیء الاالنکاح** ہے جو صحیح مسلم اور سنن ابوداؤد وغیرہ کی روایت ہے۔

دلیل المانعین :۔مانعین کی دلیل احادیث الباب ہیں چنانچہ حدیث اول جو حضرت میمونہؓ سے مروی ہے اس میں ہے **کان یباشر المرأةمن نسائه وهی حائض اذا کان علیها ازار** ۔اور حدیث ثانی حضرت عائشہؓ سے مروی ہے اس میں ہے یامر

احدانا اذاکانت حائضا ان تتزر ثم یضاجعها اور مجوزین ان اتزار کی روایات کو استحباب اور تورع پر محمول کرتے ہیں۔

ترجیح الراجح : حافظ ابن حجر نے فتح الباری میں امام طحاوی کی طرف منسوب کیا ہے کہ انہوں نے امام محمد کے قول کو ترجیح دی ہے لیکن حضرت شیخ خلیل احمد سہارنپوری حاشیہ اوجز میں لکھتے ہیں کہ حافظ ابن حجر کے علاوہ ابن رسلان صاحب تعلیق الممجد نے بھی امام طحاوی سے اسی قول کی ترجیح نقل کی ہے حالانکہ یہ صحیح نہیں امام طحاوی نے معانی الآثار میں اپنے شروع کلام میں اسی کو ترجیح دی تھی مگر پھر آگے چل کر اس سے رجوع کرتے ہوئے امام صاحب ہی کے قول کو ترجیح دی ہے ان حضرات کو طحاوی کے شروع کلام سے وہم ہوا اور انہوں نے آخر کلام کو نہیں دیکھا۔ (الدر المنضود صفحہ ۳۸۵ تا ۳۸۶)

ابوداؤد شریف ص ۳۷

(۴۴) سوال : حدثنا قتیبةُ بنُ سعیدٍ نا اللّیثُ عن یزیدبنِ ابی حبیبٍ عن جَعفرَ عن عِراکٍ عن عُروةَ عن عائشةَ أنّها قالت:انَّ اُمَّ حبیبةَ سألتِ النبیَّ صلی الله علیه وسلم عن الدّمِ فقالت عائشةُ :فرأیتُ مِرْکَنَهَا مَلآنَ دماً فقال لها رسولُ الله صلی لله علیه وسلم اُمْکُثِیْ قدرَ مَا کانت تَحبِسُکِ حَیضَتُکِ ثُمَّ اغْتَسِلِی قال ابوداؤد : رواه' قتیبةُ بین اضعافِ حدیثِ جعفرَ ابنِ ربیعةَ فی آخِرِ هَارواهُ علیُّ بنُ عیّاشٍ ویونسُ بنُ محمدٍ عنِ اللّیثِ فقالا : جعفرُ ابنُ ربیعة.

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔ (ب) مستحاضہ کی اقسام احناف کے یہاں کتنی ہیں اور دیگر ائمہ کے یہاں کتنی ہیں حضورؐ نے ام حبیبہ کو کس قسم میں شمار فرما کر جواب دیا ہے۔

(ج) قال ابوداؤد کی وضاحت کریں۔

جواب: (الف) حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ ام حبیبہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے خون کے بارے میں سوال کیا حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ میں نے ان کے پانی کا برتن خون سے بھرا ہوا دیکھا۔ (یعنی اس کثرت سے خون آتا ہے کہ کبھی بند نہیں ہوتا) حضور اکرمؐ نے فرمایا کہ جتنے دنوں تک تجھے حیض نماز سے روکتا تھا اتنے دنوں رکی رہ پھر غسل کر ڈال ابوداؤد نے کہا کہ قتیبہ نے اس روایت کو جعفر بن ربیعہ کی حدیث کے سلسلے اور اثناء میں ذکر کیا اخیر میں کو اور اس روایت کو علی بن عیاش اور یونس بن محمد نے لیث سے نقل کیا تو جعفر بن ربیعہ نے کہا:

مرکنھا وہ ٹپ جس میں کپڑے دھوئے جاتے ہیں۔ (ج) مراکن

ملان عطشان کے وزن پر ہے بمعنی بھرا ہوا۔

(ج) ملاء اقسام المستحاضۃ: حنفیہ کے یہاں تین قسمیں ہیں۔ ۱رمبتداٗہ ۲رمعتادہ ۳رمتحیرہ اور ائمہ ثلاثہ کے یہاں چار قسمیں ہیں۔ ۱رمبتداٗہ ۲رمعتادہ ۳رمتحیرہ ۴رممیّزہ مکمل وضاحت کے لئے السمع المحمود صفحہ ۹۰۔ ج ۱۔

ام حبیبہ: کو کس قسم میں شمار فرمایا تو سفیان ثوری اور صاحب الدر المنضود کے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ معتادہ شمار کیا اور اوزاعی کے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ آپؐ نے ان کو تمیز بالوان میں شمار کیا ہے۔

(ج) توضیح قال ابوداؤد: اس قال ابوداؤد کی تشریح میں دو قول ہے۔

۱رقول اول: یہ کے **بین باتشدید ماضی من التبیین** ہے اور اضعاف باب افعال کا مصدر ہے یعنی قتیبہ نے حدیث جعفر بن ربیعہ کا ضعف بیان کیا ہے لیکن یہ تشریح درست نہیں کیونکہ اس حدیث کے تمام راوی ثقہ ہیں اور یہ صحیح مسلم کی حدیث ہے و نیز اگر ضعف بیان کرنا مقصود ہوتا تو ضعفہ وغیرہ سے تعبیر کرتے۔

۲رقول ثانی یہ ہے کہ بین ظرف ہے اور اضعاف ضعف کی جمع ہے ای اثناء الشی تو

ابوداؤد بتانا چاہتے ہیں کہ ہمارے استاذ قتیبہ نے اگرچہ جعفر کی نسبت نہیں بتائی لیکن ان کی مراد جعفر بن ربیعہ ہیں اور اس پر دو قرائن ہیں۔

۱ر پہلا قرینہ یہ ہے کہ قتیبہ کے یہ حدیث جعفر بن ربیعہ کی احادیث کے ضمن وسط واثناء میں یعنی ان کے آخر میں روایت کی ہے اس طرح کہ اس حدیث کے اوپر بھی اور اس کے نیچے بھی دونوں طرف جعفر بن ربیعہ کی احادیث ذکر کی ہیں معلوم ہوا کہ یہ درمیان جعفر غیر منسوب والی روایت بھی جعفر بن ربیعہ ہی کی ہے۔

۲ر دوسرا قرینہ یہ ہے کہ قتیبہ کے اہم استاذ یعنی علی بن عیاش اور یونس بن محمد نے بھی لیث سے نقل کر کے اپنی سندوں میں جعفر بن ربیعہ کی تصریح کی ہے۔

سوال: ''بین اضعاف '' سے معلوم ہوتا ہے کہ قتیبہ نے یہ حدیث جعفر بن ربیعہ کی احادیث کے وسط میں بیان کی ہے اور فی آخرہا سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کی احادیث کے آخر میں ذکر کی ہے تو یہ تعارض ہوا۔

جواب: بین سے مراد وسط حقیقی نہیں بلکہ محض وسط وضمن ودوران واثناء مراد ہے اور محض وسط میں گنجائش ہے کہ وہ طرفین کے علاوہ تمام درمیانی اجزاء کو شامل ہے۔ زبدۃ المقصود صفحہ ۶۷۔

قال ابوداؤد: مصنفؒ کی غرض یہ ہے کہ اوپر سند میں جو جعفر مذکور ہیں وہ جعفر بن ربیعہ ہے اگرچہ قتیبہ نے سند میں ان کے والد کا نام ذکر نہیں کیا قرینہ اس کا یہ ہے کہ میرے استاذ قتیبہ نے اس حدیث کو جعفر بن ربیعہ کی احادیث کے اثناء میں ذکر کیا ہے معلوم یہ ہوا کہ جعفر سے مراد جعفر بن ربیعہ ہے اسی کی تائید مصنفؒ کا قول ورواہ علی بن عیاش الخ کر رہا ہے۔ کہ علی بن عیاش اور یونس بن محمد نے بھی ان کو نسب کے ساتھ جعفر بن ربیعہ ہی ذکر کیا ہے۔ السمح المحمود صفحہ ۲/۱۰۵۔

ابوداؤد شریف ص ۳۸

(۴۵)سوال :عن عمرو بنِ الحارثِ عن ابن شهابٍ عن عروةابن زبير وعمرةَ عن عائشةَ قالت :انَّ أُمَّ حبيبةَ بنتَ جحشٍ ختنةَ رسولِ الله صلى الله عليه وسلم و تحتَ عبدِالرحمٰن بنِ عوفٍ استُحِيُضَتُ سبعَ سنينَ 'فاسُتَفُتَتُ رسولَ الله صلى لله عليه وسلم فقال رسولُ الله صلى الله عليه وسلم . ان هٰذه لَيُسَتُ بالحَيُضةِ ولكن هٰذا عرقٌ فاغُتَسِلى وَصَلّى: قال ابوداو'د : وزادالأوزاعىُّ فى هٰذالحديثِ عن الزهرىّ عن عُروةَوعَمرةَ عن عائشةَ قالت . استُحِيُضَتُ أمُّ حبيبةَبنتُ جَحُشٍ وهى تحتَ عبدالرحمٰن ابن عوفٍ سبعَ سنينَ . فأمرَهَا النبىُّ صلى الله عليه وسلم قال اذا أقبلت الحيضةُ فَدَعِى الصَّلاَةَ ' فاذَا أدُبَرَت فاغتَسِلِى وَصَلّى ' قال ابوداؤد لَمُ يَذكرهٰذ الكلام احدٌ من اصحابِ الزهرىِّ غيرَ الاوزاعىِّ. ورواه عن الزهرىِّ عمروبنُ الحارث واللّيثُ ' ويونس 'وابن أبى ذئبٍ وابراهيم بنُ سعيدٍ وسليمانُ بنُ كثيرٍ' وابنُ اسحاقَ 'وسفيانُ بن عُيَيُنَةَ ولم يَذكُروا هناالكلامَ .'قال ابو دا ؤد :وانّما هٰذالفظُ حديثِ هشامِ بن عروةَ عن أبيه عن عائشةَ: قال ابو دا ؤد:وزادابنُ عُيينةَ فيه ايضاً: أمرَها ان تَدَعَ الصَّلاةَ أيامَ أقرائِها وهو وَهَمٌ مِن ابنِ عيينةَ.

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔(ب) مستحاضہ کے اقسام بیان کرنے کے بعد جمہور اصحاب الزہری کے بیان اور اوزاعی کے بیان اسی طرح سفیان ابن عینیہ کے بیان میں کیا فرق ہے اس کو واضح طور پر تحریر کریں۔

(ج) وھذا لفظ حدیث ھشام الخ کی وضاحت کرکے بتائیے کہ یہ لفظ کس

عورت کے سلسلہ میں ہے۔

(الف) عبارت کو حل کریں اور مطلب وضاحت کے ساتھ تحریر کریں۔ (ب) حدیث ہشام بن عروہ کا تعلق ام حبیبہ سے ہے یا کسی اور عورت سے۔

جواب: (الف) حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ حضورؐ کی سالی اور عبدالرحمٰن ابن عوفؓ کی بیوی ام حبیبہؓ کو سات سال خون آیا، انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مسئلہ پوچھا تو آپؐ نے فرمایا کہ یہ حیض نہیں ہے بلکہ رگ کا خون ہے لہٰذا غسل کر کے نماز پڑھ لو۔ ابوداؤد نے کہا کہ اس حدیث میں اوزاعی نے بواسط زہری عروہ عمرہ عائشہ کہا ہے کہ عبدالرحمٰن بن عوف کی زوجہ ام حبیبہ بنت جحش کو سات سال خون آتا رہا تو انہیں حضور اکرمؐ نے حکم دیا کہ جب حیض کے ایام شروع ہوں تو نماز چھوڑ دو اور جب وہ ایام ختم ہو جائے تو غسل کر کے نماز پڑھ لو۔

ابوداؤد کہتے ہیں کہ اوزاعی کے علاوہ یہ بات زہری کے کسی شاگرد نے بیان نہیں کی اس روایت کو زہری سے عمرو بن الحارث لیث یونس، ابن ابی ذئب، معمر، ابراہیم بن سعد، سلیمان بن کثیر، ابن اسحاق اور سفیان بن عیینہ نے نقل کیا ہے ان حضرات میں سے کسی نے بھی اس کلام کو ذکر نہیں کیا۔

ابوداؤد کہتے ہیں کہ یہ الفاظ تو صرف ہشام بن عروہ عن عروہ عن عائشہ کی حدیث میں ہیں، ابوداؤد کہتے ہیں کہ ابن عیینہ نے اس حدیث میں یہ زیادتی بھی بیان کی ہے کہ آپؐ نے بھی انہیں ایام حیض میں نماز چھوڑ دینے کا حکم دیا حالانکہ یہ زیادتی ابن عیینہ کا وہم ہے۔

(ب) مستحاضہ کی انواع حنفیہ کے یہاں تو تین ہیں۔ ا/المبتدءہ ۲/المعتادہ ۳/المتحیرہ لیکن مجموع مذاہب ائمہ کی حیثیت سے کل انواع پانچ ہیں الدر المنضود صفحہ ۳۹۰۔

ا/مبتدءہ وہ عورت جسے زندگی میں پہلی مرتبہ حیض آنا شروع ہوا ہو پھر استمرار دم ہو گیا۔

۲؍معتادہ وہ عورت جسے کچھ عرصہ تک انضباط کے ساتھ حیض آیا پھر استمرار دم ہوگیا۔

۳؍متحیرہ وہ عورت جو معتادہ تھی پھر استمرار دم ہوا لیکن وہ اپنی عادت سابقہ بھول گئی پھر اس متحیرہ کی تین قسمیں ہیں۔

۱؍متحیرہ بالعدد یعنی وہ عورت جسے ایام حیض کی تعداد یاد نہ رہی ہو کہ وہ پانچ دن ہے یا سات دن یا اور کچھ۔

۲؍متحیرہ بالوقت جسے وقت حیض یاد نہ رہا ہو کہ اول شہر میں آتا تھا یا وسط شہر یا آخر شہر۔

۳؍متحیرہ بہما وہ عورت جو بیک وقت متحیرہ بالعدد اور متحیرہ بالوقت دونوں ہوں۔

کل قسمیں پانچ ہوئیں ۱؍مبتدءہ ۲؍معتادہ ۳؍متحیرہ بالعدد ۴؍متحیرہ بالوقت ۵؍متحیرہ بہما السیح الحمود صفحہ ۲/۹۵۔

زہری اور اوزاعی اور سفیان ابن عیینہ کے بیان میں فرق یہ ہے کہ زہری سے ام حبیبہ کے بارے میں جو روایت ہے اس میں نہ ذکر ایام عادت ہے اور نہ اقبال وادبار اور امام اوزاعی نے اقبال اور ادبار کو ذکر کردیا اس روایت میں اور ابن عیینہ نے اس روایت میں ایام عادت کو ذکر کردیا لہٰذا اس میں یہ فرق ہوا کہ کسی نے اقبال وادبار کو ذکر کیا اور کسی نے نہیں اور کسی نے عادت کو ذکر کیا اور کسی نے نہیں۔ لہٰذا زہری کی روایت جو ام حبیبہ کے سلسلہ میں ہے اسمیں دو غلطیاں ہوئی ایک ابن عیینہ کی طرف سے کہ انہوں نے اس روایت میں ایام عادت کو ذکر کردیا اور ایک دوسری غلطی اوزاعی سے کہ انہوں نے اس روایت میں اقبال اور ادبار کو ذکر کردیا ابن عیینہ کی بیان کردہ روایت کے مطابق ام حبیبہ معتادہ ہوئی۔

(ج) مطلب یہ ہے کہ **اذا اقبلت الحیضۃ** الخ کے الفاظ زہری کی اس حدیث میں صحیح نہیں ہیں جو ام حبیبہ کے سلسلہ میں ہے۔

البتہ یہ زیادتی ہشام بن عروہ عن ابیہ عن عائشہ کی حدیث (جو فاطمہ بنت ابی حبیش کے بارے میں ہے) میں صحیح ہے۔

یعنی یہ ام حبیبہ کے سلسلہ میں نہیں ہے بلکہ یہ فاطمہ بنت ابی حبیش کے سلسلہ میں ہے۔
السمح المحمود صفحہ ۲/۱۱۵۔

(الف) اسی سوال میں گزر گیا (ب) اسی سوال میں گزر گیا

(۴۶) سوال : عن ام سلمةؓ قالت كانتِ النُفَساءُ علىٰ عهد رسولِ الله صلى الله عليه وسلم تَقْعُدُ بَعْدَ نِفَاسِهَا أرْبَعينَ يَوماً وأربعينَ لَيْلَةً وَكُنَّا نَطْلِىْ عَلىٰ وُجُوهِنَا الوَرَسَ تَعْنِى مِنَ الْكَلَف.

(الف) حدیث پاک با اعراب لگا کر ترجمہ کیجئے مطلب بیان کیجئے
(ب) نفاس کی اقل مدت اور اکثر مدت میں ائمہ کرام کے مذاہب مع دلائل لکھئے

جواب: (الف) حضرت ام سلمہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں نفاس والی عورتیں زچگی کے بعد چالیس راتیں بیٹھتی تھیں اور ہم اپنے چہرہ پر ورس (ایک خوشبودار گھاس) کو ملا کرتے تھیں: چھائیں کو دور کرنے کیلئے۔

مطلب اس حدیث شریف کے اندر نفاس کی مدت کا بیان ہے۔

حضرت ام سلمہ کہتی ہیں نبی کریمؐ کے زمانے میں نفاس والی عورتیں چالیس دن تک بیٹھی رہتی تھیں یعنی نماز وغیرہ سے رکی رہتی تھیں اور چہرے کی جھریوں کو صاف کرنے کے لئے ورس نامی گھاس کا لیپ کرتی تھیں۔

(ب) نفاس کی اقل مدت بالاجماع متعین نہیں خون ایک ہی بار آ کر رک جائے یہ بھی ممکن ہے اور بالکل نہ آئے ایسا بھی ہوسکتا ہے۔ اکثر مدت نفاس میں اختلاف ہے۔

امام ابوحنیفہ اور امام احمد بن حنبل کا مسلک یہ ہے کہ اکثر مدت نفاس چالیس دن ہے یہی اکثر اہل علم کا مسلک ہے نیز امام مالک کی بھی ایک روایت یہ ہی ہے۔

امام شافعیؒ اصح قول کے مطابق اکثر مدت ساٹھ دن ہے امام شعبی اور عطاء سے بھی یہ ہی مروی ہے اور ایک روایت امام مالک کی بھی یہ ہی ہے۔

امام مالک کی تیسری روایت اکثر مدت نفاس بھی متعین نہیں جب تک عورت کو خون آتا ہے تو وہ نفاس والی ہی شمار ہوگی۔

شراح حضرات نے امام شافعی وغیرہ حضرات کے مسلک کے دلائل کی طرف نشان دہی نہیں کی ہے بلکہ شرح ترمذی میں تو لکھا ہے کہ اس بارے میں کوئی بھی صریح حدیث مرفوع نہیں ہے فقہاء کرام نے اپنے اپنے تجربات کی روشنی میں مدتیں مقرر کی ہیں۔

البتہ احناف اور حنابلہ کے مسلک پر کئی ایک روایت دلالت کرتی ہیں مثلاً

حضرت ام سلمہ کی حدیث باب ہے کہ حضورؐ کے زمانے میں نفاس والی عورتیں چالیس دن تک نماز روزے سے الگ بیٹھی رہتی تھیں۔

طبرانی کی معجم اوسط میں حضرت جابر کی روایت ہے وقت رسول الله صلی الله علیه وسلم للنفساء اربعین یوماً (السمح المحمود صفحه ۲/۱۵۴.)

ابوداؤد شریف ص ۴۵

(۴۷) سوال: عن عائشةَ قالت بعث رسولُ الله صلى الله عليه وسلم أُسيدَ بنَ حُضَيرٍ وأُناساً مَعَه' في طَلَبِ قلادةَ أَضَلَّتها عائشةُ فَحضَرَتِ الصَّلاةُ فَصَلُّوا بِغَيرِ وُضوءٍ فأتوا النبيَّ صلى الله عليه وسلم فذكروا ذالك لَه فَأُنزِلَتْ آيةُ التيممِ :زاد بنُ نُفيلٍ فقال لها أُسيد بنُ حُضَيرٍ. 'يَرْحَمُكِ اللهُ مَا نَزَلَ بكِ أَمرٌ تكرَهِينَه' الَّا جعله الله للمسلمين ولكِ فيه فرجاً.

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ و مطلب لکھئے (ب) فاقد الطہورین کے بارے میں ائمہ کے مذاہب مع دلائل لکھئے۔ (ج) آیت تیمم سے کس سورۃ کی آیت مراد ہے۔

جواب: (الف) حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے اسید بن حضیرؓ اور ان کے ساتھ دوسرے کئی لوگوں کو وہ ہار تلاش کرنے کے لئے بھیجا جو حضرت عائشہؓ نے

گم کر دیا تھا، نماز کا وقت ہوا تو لوگوں نے بغیر وضوء کے نماز پڑھی، پھر حضور ﷺ کے پاس آئے اور آپ ﷺ سے بیان کیا تو آیت تیمم نازل ہوئی۔

ابن نفیل نے یہ بھی نقل کیا ہے کہ اسید بن حضیرؓ نے حضرت عائشہؓ سے کہا کہ اللہ تعالیٰ تم پر رحم کرے، تمہارے ساتھ کوئی ایسی بات پیش نہیں آئی جس کو تم ناگوار کر دیتی ہو مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ نے اس میں مسلمانوں کے لئے اور تمہارے لئے بھلائی اور آسانی عطاء فرمادی۔

حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ میں کسی سفر میں آپ ﷺ کے ساتھ تھی مقام ذات الجیش یا مقام بیداء میں گلے کا ہار ٹوٹ کر گر پڑا جس کی تلاش کی وجہ سے وہاں قیام کرنا پڑ گیا رات میں ہار کی تلاش دشوار تھی اس لئے صبح کا انتظار کیا گیا لیکن یہ مقام ایسا تھا کہ یہاں پانی نہیں تھا، صبح ہوئی تو لوگوں کو پریشانی ہوئی کہ پانی کا کوئی انتظام نہیں ہے اور نماز کا وقت ہو گیا، اس پریشانی میں لوگ حضرت ابوبکر صدیق کے پاس گئے اور شکایت کی کہ آپ کو معلوم نہیں کہ حضرت عائشہ کی وجہ سے کیا ہوا، ایسی جگہ رکنا پڑ گیا جہاں پانی نہیں ہے۔

حضرت ابوبکر نے حضرت عائشہ کو ملامت کرنی شروع کر دی لہٰذا جب آپ ﷺ صبح کو بیدار ہوئے تو وہاں پر پانی نہیں تھا اس وقت اللہ تعالیٰ نے تیمم کی آیت نازل فرمائی چنانچہ صحابہ کرام نے تیمم کر کے نماز اداء فرمائی۔

حضرت اسید بن نفیل جن کو ہار تلاش کرنے کے لئے مامور کیا گیا تھا فرماتے ہیں کہ اللہ تم پر رحم کرے تمہارے ساتھ کوئی ایسی بات پیش نہیں آئی جس کو تم ناگوار کر دیتی ہو مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ نے اس میں مسلمانوں کے لئے بھلائی اور آسانی پیدا فرمادی یعنی ایک مرتبہ کی پریشانی کو دور کرنے کے لئے مستقل دستور نازل فرمادیا کہ ایسی صورت میں کسی طرح کی کوئی پریشانی ہی نہ ہو السمح المحمود صفحہ ۲/۱۶۵۔

(ب) اس سلسلہ میں چاروں ائمہ کا الگ الگ مسلک ہے۔

امام مالک فرماتے ہیں کہ ایسا شخص نہ نماز پڑھیگا اور نہ ہی قضاء کریگا۔

دلیل: ایسا شخص نماز کا اہل ہی نہیں ہے اس لئے کہ نماز کی اہلیت طہارت کے ساتھ آتی ہے اور طہارت ہے نہیں لہٰذا اس سے اداء ساقط ہو جائیگی اور چونکہ اس جانب سے کوئی کوتاہی نہیں ہوئی ہے اس لئے قضاء بھی ساقط ہو جائیگی۔

امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ ایسا شخص فی الحال تو بغیر طہارت ہی کے نماز پڑھیگا پھر بعد میں جب طہارت حاصل ہو جائیگی تو اس کی قضاء کریگا۔

دلیل: حدیث نبوی ہے اذا امرتکم بشیء فخذوا منہاما استطعتم اور یہاں اس شخص میں بغیر طہارت ہی بجالانے کی استطاعت ہے اس لئے فی الحال بغیر طہارت ہی کے نماز پڑھیگا اور بعد میں اصول کے مطابق طہارت کے ساتھ اس کی قضاء کریگا۔

امام احمد ایسا شخص بغیر طہارت ہی نماز پڑھیگا اور قضاء نہیں کریگا۔

دلیل: یہ ہے کہ وہ اس وقت اتنے پر ہی قادر ہے اس سے زائد پر قادر نہیں ہے اس لئے اسی حال میں اس کی نماز معتبر ہو جائے گی اور جب نماز معتبر ہوگئی تو بعد میں اس کی قضاء کرنے کی ضرورت نہیں۔

امام اعظمؒ فرماتے ہیں کہ ایسا شخص نماز ادا نہیں کریگا بلکہ صرف قضاء کریگا۔

دلیل: حدیث نبوی ہے لا تقبل صلوۃ بغیر طہور اس سے معلوم ہوا کہ یہ شخص نماز ادا نہیں کریگا ہاں جب طہارت حاصل ہو جائیگی تو اس پر قضاء واجب ہوگی۔

صاحبین کہتے ہیں کہ اگرچہ وہ اس وقت نماز کا اہل نہیں ہے مگر تشبیہ بالمصلین کے طور پر نماز جیسی ہیئت اختیار کریگا اور اس میں قرأت وغیرہ کچھ نہیں کریگا بعد میں حصول طہارت پر قضاء کریگا یہی قول از روئے فقہ زیادہ راجح ہے اور امام اعظم کا بھی اسی قول کی طرف رجوع ثابت ہے اور عند الاحناف یہ ہی قول مفتی بہ ہے۔ اختلاف الائمہ صفحہ ۹۶۔

فاقدا لطہورین کے بارے میں طحاوی کے حاشیہ میں ایک شعر ہے جس کے اندر

پورا اختلاف ہے! اور اس شعر کو حضرت الاستاذ حضرت مولانا مجیب اللہ نے درس میں سنایا تھا۔

شعر

مالک بھی شافعی بھی احمد بھی اور ہم

لالا نعم نعم لا لانعم

(ج) آیت تیمم سے سورہ مائدہ کی آیت مراد ہے آیت یہ ہے وان کنتم مرضی او علی سفر او جاءَ احدٌ منکم من الغائط اولا مستم النساء فلم تجدوا ماءً فتیمّموا صعیداً طیبا۔

ابوداؤد شریف ص ۴۷

(۴۸) سوال: عن عمارِ بنِ یاسرٍ قال :سألتُ النبیَّ صلی اللہ علیہ وسلم عنِ التیمُّمِ ‘فأمَرَني بِضَرْبَةٍ واحِدَةٍ لِلْوَجْهِ والكَفَّيْن.

(الف) ضربات تیمم میں مذاہب ائمہ تحریر کرنے کے بعد حنفیہ کے مسلک کو دلائل سے ترجیح دیجئے۔ (ب) تیمم میں مسح مرفقین تک ضروری ہے یا کفین اور رسغین پر کافی ہے جس شق کو اختیار فرمائیں مدلل کیجئے۔

ترجمہ: حضرت عمار بن یاسر کہتے ہیں کہ میں نے نبی اکرم سے تیمم کے بارے میں سوال کیا تو آپؐ نے مجھے چہرے اور کفین کے لئے ضرب واحد کا حکم دیا۔

جواب: (الف) ار تیمم میں صرف ایک ضرب ہوگی۔ یہ حنابلہ کے نزدیک ہے دلیل حدیث مذکور ہے۔

الجواب: چونکہ حضرت عمارؓ کو یہ معلوم نہ تھا کہ جنابت کا تیمم بھی وہی ہے جو حدث اصغر کا ہے اس لئے انہوں نے حالت جنابت میں تیمم کے قصد سے پورے بدن کو مٹی سے لگایا اس کی اطلاع حضورؐ کو ہوئی تو آپؐ نے ان کو پورا تیمم کر کے تو نہیں دکھایا البتہ عملی طور پر تھوڑا سا تیمم کی طرف اشارہ کر کے دکھادیا یہی ارشاد حضرت عمارؓ کی روایت میں مذکور ہے اب

اگر اس اشارے کے طور پر کئے ہوئے تیمّم (یعنی ایک ضرب اور رسغین تک مسح) کو ہی پورا تیمّم سمجھنے لگے تو یہ کیسے صحیح ہوسکتا ہے۔

۲/ ائمہ ثلاثہ فرماتے ہیں کہ تیمّم کے لئے دو ضربین ہوں گی ایک چہرے کے لئے دوسری ہاتھوں کے لئے۔

دلیل: عن جابر عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال التیمم ضربة للوجہ وضربة للذراعین الیٰ المرفقین حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی مرفوع حدیث ہے عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم التیمم ضربتان ضربة للوجہ وضربة للیدین الی المرفقین۔ یہ احادیث صراحتاً اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ تیمّم میں دو ضربیں ہیں اور یدین کا مسح مرفقین تک ہے نہ رسغین تک

(ب) مقدار مسح الید فی التیمم: امام احمد فرماتے ہیں کہ تیمّم میں ہاتھوں کا مسح رسغین (یعنی گٹوں) تک ہوگا دلیل حدیث باب ہے کہ اس حدیث میں ہاتھوں کے لئے کفین کا لفظ استعمال کیا گیا ہے جس کا اطلاق رسغین تک ہوگا لہٰذا اس حدیث سے رسغین تک مسح ثابت ہوتا ہے۔

۲/ ائمہ ثلاثہ فرماتے ہیں کہ تیمّم میں یدین کا مسح مرفقین تک ہوگا دلیل وہی حضرت جابر اور عبداللہ بن عمرؓ کی احادیث ہیں جو اوپر ذکر کی گئی (اختلاف الائمہ فی المسائل المہمہ صفحہ ۹۵) ۔

بقیہ تفصیل کے لئے مطالعہ کیجئے التوضیح المجد صفحہ ۳۲۸ تا ۳۴۳۔ السمح المحمود ص ۲/۱۷۰

ابوداؤد شریف ص ۴۸

(۴۹) سوال: عن ابی ذرؓ قال. اجتَمَعَتْ غُنَيمَةٌ عند رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال: یا أبا ذرٍّ ابْدُ فیھا فَبَدَوتُ الیٰ الرَّبَذَةِ فکانَتْ تُصِیبُنی

الجَنابَۃُ 'فامُکُثُ الخَمُسَ والسِّتَّ فأیتیتُ رسولَ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ' فقال أبوذَرٍّ : فَسَکَتُّ ' فقال . ثَکِلَتُکَ أباذَرٍّ لِأُمِّکَ الویلُ. 'فَدَعَالِیُ بجَارِیَۃٍ سَوُداءَ فَجاءَ تُ بِعُسٍّ فیہ ماءٌ فَسَتَرَتُنِیُ بثَوبٍ ' واسُتَتَرُتُ بِا لرَّاحِلَۃِ واغتَسَلُتُ ' فکأنیّ ألقیتُ عَنّی جَبلاً فقا ل: الصَّعِیُدُ الطَّیِّبُ وَضُوءُ المُسلِمِ وَلَو الیٰ عَشُرِ سِنِیُنَ ' فاذَ اوجَدتَ الماءَ فَأَمِسُّہُ جِلُدَکَ فانّ ذالک خیرٌ ' وقال مسدَّدٌ غُنَیُمَۃٌ من الصَّدَقَۃِوحدیثُ عمروٍأَتَمُّ.

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کیجئے (ب) صعید طیب سے کیا مراد ہے فقہاء کا اس باب میں کیا اختلاف ہے سوچ سمجھ کر تحریر کریں۔

جواب: (الف) حضرت ابوذر غفاریؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہؐ کے پاس کچھ بکریاں جمع ہو گئیں، آپ ﷺ نے فرمایا اے ابوذر جنگل میں ان کو لے جاؤ، میں مقام ربذہ کی طرف جنگل میں چلا گیا، وہاں مجھے غسل کی حاجت ہوا کرتی اور میں پانچ پانچ چھ چھ روز یوں ہی رہا کرتا (یعنی غسل نہ کرتا تھا پانی نہ ہونے کی وجہ سے) جب میں حضورؐ کے پاس آیا (اور آپؐ سے واقعہ بیان کیا تو) آپ ﷺ نے فرمایا اے ابوذر میں چپ رہا، آپ ﷺ نے فرمایا کہو تم کو تمہاری ماں روئے اور تمہاری خرابی ہو، پھر آپ ﷺ نے ایک کالی باندی کو بلایا جو پیالے میں پانی لیکر آئی، اس نے ایک کپڑے کی آڑ کی اور دوسری طرف سے میں نے اونٹ کی آڑ کی اور میں نہایا گویا پہاڑ میرے اوپر سے اتر گیا، پھر آپ ﷺ نے فرمایا کہ پاک مٹی مسلمان کا وضوء ہے اگر چہ دس برس تک پانی نہ پائے، جب پانی ملے تو اس کو اپنے بدن پر لگالے، یہ بہتر ہے مسدد کی روایت میں ہے کہ وہ بکریاں صدقے کی تھیں اور عمرو کی حدیث مکمل ہے۔

(ب) صعید طیب سے کیا مراد ہے اس میں اختلاف ہے۔

چنانچہ امام شافعی، اور امام احمد بن حنبل، ابن المنذر اور داؤد ظاہری کے نزدیک صعید

طیب سے مراد تراب منبت ہے یعنی ایسی مٹی جس کے اندر اگانے کی صلاحیت ہو لہٰذا ان حضرات کے یہاں صرف اگانے والی مٹی سے ہی تیمم جائز ہوگا اور جس مٹی میں اگانے کی صلاحیت نہ ہو اس سے تیمم کرنا جائز نہ ہوگا۔

نیز کتب شافعیہ اور حنابلہ میں یہ تصریح ہے کہ ان کے نزدیک تراب ذی غبار ہونی چاہئے۔

حنفیہ میں سے حضرت امام ابو یوسف کے نزدیک تیمّم صرف مٹی ہی سے جائز ہے مٹی کے ہم جنس سے ان کے نزدیک تیمم جائز ہی نہیں۔

لیکن امام ابوحنیفہ، امام مالک، سفیان ثوری حضرت عطاء اور امام اوزاعی کے نزدیک صعید طیب سے مراد جنس الارض اور وجہ الارض مراد ہے اور مطلب یہ ہے کہ ان حضرات کے یہاں جنس الارض سے تیمم کرنا جائز ہے۔

اور حضرات فقہاء کرام نے جنس الارض کی تعریف یہ کی ہے کہ جو پگھلانے سے نہ پگھلے اور جلانے سے جل کر راکھ نہ ہو جائے جیسے چونا، پتھر وغیرہ۔

اور بعض مالکیہ کے نزدیک اس میں مزید عموم ہے وہ یہ ہے کہ ما اتصل بالارض سے بھی جائز ہے جیسے نبات بشرطیکہ مقلوع نہ ہو نیز وقت میں تنگی ہو اور دوسری کوئی چیز سامنے نہ ہو (ذکرہ صاحب المنہل) الدر المنضود صفحہ ۴۲۳۔ التوضیح المجد صفحہ ۳۲۹۔

ابوداؤد شریف ص ۴۱

(۵۰) سوال: عن أبی سعید الخدری أنَّ رسولَ الله صلی الله علیه وسلم قال غُسْلُ یومِ الجُمُعَةِ واجبٌ علیٰ کُلِّ مُحتَلِمٍ.

(الف) حدیث کا ترجمہ کیجئے (ب) اور بتلائیں کہ غسل جمعہ میں علماء کا کیا اختلاف ہے آیا واجب ہے یا مسنون پھر جمعہ کے لئے مسنون ہے یا صلوۃ جمعہ کے لئے ہر ایک کو

مفصل تحریر کریں نیز اس صریح اور صحیح حدیث کے ہوتے ہوئے جمہور علماء کیوں عدم وجوب کے قائل ہیں دلائل سے راجح مسلک کو ترجیح دیجئے۔

جواب (الف) حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ہر بالغ شخص پر جمعہ کے دن غسل کرنا واجب ہے۔

(ب) اختلاف العلماء فی غسل الجمعة

۱/ ائمہ اربعہ اور دیگر ائمہ اس بات پر متفق ہیں کہ جمعہ کے دن غسل کرنا سنت ہے۔ ۲/ اصحاب الظواہر (امام مالک فی قول واحد) اور حضرت امام احمد بن حنبل (**فی روایة واحدة**) کے نزدیک جمعہ کے دن غسل واجب ہے۔

ابن القیم نے اس مسئلہ میں حنابلہ سے تین روایتیں ذکر کی ہیں۔ ۱/ وجوب اسی کو انہوں نے ترجیح دی ہے۔ ۲/ عدم وجوب۔ ۳/ تیسری روایت یہ ہے کہ اگر بدن یا کپڑے میں رائحہ کریہہ ہے تو واجب ورنہ سنت (الدر المنضود صفحہ ۴۴۳ التوضیح المجد صفحہ ۳۷)

الدلائل لقائل الوجوب ۔ ۱/ یہ حدیث مذکور ہے۔ ۲/ حدیث ابن عمرؓ ہے ان **رسول الله صلی الله علیه وسلم قال اذا اتی احد کم الجمعة فلیغتسل** ۔ اس حدیث شریف فلیغتسل صیغہ امر ہے جو وجوب پر دلالت کرتا ہے پس اس سے معلوم ہوا کہ جمعہ کے دن غسل کرنا واجب ہے۔

دلیل مذاهب الائمة الاربعة ۱/ سمرہ بن جندب کی حدیث ہے جو مرفوع ہے **قال رسول الله صلی الله علیه وسلم من اغتسل فالغسل افضل** ۔

یہ حدیث اس بات کی واضح دلیل ہے کہ جمعہ کے دن غسل کرنا واجب نہیں ہے بلکہ صرف افضل اور مستحب ہے۔

۲/ وہ روایت ہے جس کو خود امام محمد نے حضرت انس بن مالک اور حسن بصری کی سند سے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا **من تو ضأیوم الجمعة فیھا**

ونعمت ومن اغتسل فالغسلُ افضلُ ۔ یہ حدیث بھی عدم وجوب غسل پر واضح دلیل ہے۔

الجواب جن دلائل سے اصحاب الظواہر نے وجوب غسل پر استدلال کیا ہے ان کے جوابات یہ ہیں۔

ا۔ ابتداء اسلام میں وجوب غسل ایک علت کی وجہ سے تھا جب وہ علت ختم ہوگئی تو اب وجوب غسل کا حکم باقی نہ رہا۔

۲۔ وہ علت یہ ہے کہ ابتداء اسلام میں مسجد نبوی تنگ تھی ۔ اور لوگ ادنی کپڑا استعمال کرتے تھے اور محنت و مزدوری بکثرت کرتے تھے ۔ اس لئے جب ان کو پسینہ آتا تو اس کی بدبو سے لوگوں کو تکلیف ہوتی تھی اس لئے غسل جمعہ کو واجب کہا گیا تھا لیکن جب فتوحات شروع ہوگئے اور تنگی ختم ہوگئی تو وجوب غسل کا حکم بھی منسوخ ہوگیا۔

۲۔ جہاں تک صیغۂ امر کی بات ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ امر کا صیغہ صرف وجوب کے لئے ہی نہیں آتا ہے بلکہ اس کے بہت سارے معانی ہیں ان ہی میں سے ایک معنی استحباب بھی ہے لہٰذا دیگر دلائل کی وجہ سے یہاں بھی امر استحباب کے معنی میں ہوگا۔

۳۔ بعض روایت میں غسل کے ساتھ خوشبو لگانے کا بھی حکم آیا ہے اور خوشبو لگانا بالاتفاق مستحب ہے اسی طرح غسل کرنا بھی صرف مستحب ہوگا۔

الجواب لهذا الحديث اس حدیث کا جواب یہ ہے کہ یہاں واجب بمعنی ثبوت اور تاکد ہیں اور محتلم سے بالغ مراد ہے اور یہ لازمی معنی مراد ہے اس لئے کہ اگر احتلام کے بعد انزال ہوگیا تو جمعہ ہو یا غیر جمعہ بہر صورت غسل واجب ہے لہٰذا اب یہاں لفظ محتلم بول کر بالغ شخص مراد ہے۔

غسل يوم الجمعة لصلوة الجمعه اوليوم الجمعة

ا۔ یہ غسل جمہور علماء ومنہم الائمۃ الاربعہ کے نزدیک للصلوٰۃ ہے۔

۲/امام محمد وحسن بن زیاد داؤد ظاہری کے نزدیک للیوم ہے لشرافة هذا اليوم ۔

ائمہ اربعہ فرماتے ہیں کہ جمعہ کے دن جو بھی فضائل اور مناقب احادیث میں آتے ہیں ہمیں سب تسلیم ہیں لیکن تمام فضائل نماز جمعہ کی وجہ سے ہیں اس لئے جمعہ کی نماز کے لئے غسل کرنا سنت ہوگا۔

(نوٹ) اس صحیح اور صریح حدیث کے ہوتے ہوئے جمہور عدم وجوب کے قائل کیوں ہیں اس کا جواب الجواب کے تحت گذر چکا ہے۔(التوضیح المجد صفحہ ۳۰۶ تا ۳۰۹)

ابوداؤد شریف ص ۵۴

(۵۱) سوال : عن عائشةَ قالت كان يكون لاِحْدَانَا الدِّرْعُ فِيهِ تَحِيضُ رفِيهِ تُصِيبُهَا الجَنَابَةُ ' ثم ترىٰ فِيهِ قَطرةٌمِن دمٍ فَتَقْصَعُه' بِرِيْقِهَا .

(الف) عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کرے (ب) دم حیض اور دیگر نجاست کے ازالہ کے لئے پانی کا استعمال کرنا شرط ہے یا دیگر مائعات جو مزیل ہو وہ بھی کافی ہے اگر اسمیں ائمہ کا اختلاف ہو تو اسکو ذکر کریں پھر ہر ایک کی دلیل بیان کرے: اور بتلائیے کہ اس حدیث سے کیا ثابت ہوتا ہے۔

جواب: (الف) حضرت عائشہؓ فرماتی ہے کہ ہم میں سے کسی کے پاس صرف ایک کرتا ہوتا اسی کو حیض میں پہنتی اسی میں جنابت ہوتی اگر کہیں اسمیں ایک قطرہ خون کا لگا ہوتا تو تھوک لگا کر اس کو مل ڈالتی۔

(ب) اختلاف الائمہ۔ کیا پانی کے علاوہ دیگر مائعات (جو بہنے والی ہوں) سے دم حیض و دیگر نجاست کو زائل کیا جا سکتا ہے تو اس میں اختلاف ہے

(ا) جمہور و منہم الائمۃ الثلاثہ فرماتے ہیں کہ پانی کے علاوہ دیگر مائعات سے نجاست کا ازالہ نہیں ہو سکتا

(۲) حنفیہ ازالہ حدث کیلئے تو پانی متعین ہے لیکن نجاست وخبث کا ازالہ پانی کے علاوہ دیگر مائعات سے بھی ہوسکتا ہے۔

الدلائل: جمہور کی دلیل عن اسماء بنت ابی بکر قالت سمعت امراۃً تسألُ رسولَ الله کیف تصنعُ احدانا بثوبها اِذا رأتِ الطهر اَتُصَلّی فیه قال تنظُرُ فاِن رأت فیه دمًا فلتقرُصه بشی ء من ماءٍ ولتنضح مالم تر۔

اس حدیث میں کپڑے پر خون لگا ہے اس کو پانی سے رگڑ کر دھونے کا حکم دیا ہے تاکہ اسکا بالکلیہ ازالہ ہوجائے اور جملہ ثانیہ والتنضح مالم تر کا تعلق ماقبل سے ہو اور مطلب یہ ہے کہ کپڑے کو دھوتے وقت اس پر پانی ڈالتی رہیں جب تک اثر نجاست نہ دیکھے (جیسا کہ کپڑے کو پاک کرنے کا طریقہ ہے) تو یہ اس صورت میں مابمعنی مادام ہوگا۔

تو دیکھئے اس حدیث میں پانی سے دھونے کا حکم دیا اور اس وقت تک دھوتی رہے جب تک کہ وہ اثر نجاست کے زوال کو نہ دیکھے لہٰذا اس سے معلوم ہوا کہ ازالہ نجاست کے لئے پانی ضروری ہے۔

یہ حدیث جمہور کا مستدل اس صورت میں جب مابمعنی مادام ہو اور اگر ماموصولہ اور یہ مستقل جملے ہو تو پھر مستدل نہیں بنے گا۔

۲/ حدثنا مسددٌ حُکِّیۡهِ بِضَلَعٍ واغسلیه بماءٍ و سِدرٍ اس حدیث میں بھی پانی سے دھونے کا حکم ہے۔

دلیل الحنفیہ: حنفیہ کی دلیل یہ حدیث مذکور مافی الباب ہے۔ اور اس حدیث سے یہ ثابت ہوتا ہے ریق کے ذریعہ ازالہ نجاست ہوسکتا ہے جیسا کہ اس حدیث میں مذکور ہے اس لئے کہ اگر ریق کو مزیل نجاست نہ مانے تو پھر اس سے مزید تلویث ہوجائے گی تو اب دیکھئے جب ریق مزیل نجاست ہے دیگر مائعات بھی مزیل نجاست ہوسکتے ہیں۔

ابوداؤد شریف ص۵۳

(۵۲)سوال: عبیدُ اللہ بنُ معاذٍ حدثنا أبی حدثنا أشْعَثُ . عن محمدِ بنِ سیرینَ عَن عبدِاللہ بنِ شقیقٍ عَن عَائشۃَقالت : کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لاَ یُصَلّی فی شُعُرِ نا اَوْلُحُفِنَا 'قال عبید اللہ شَکَّ أبی.

(الف)حدیث پاک کا ترجمہ اور مطلب بیان کیجئے۔(ب)لفظ سیرین منصرف ہے یا غیر منصرف جو بھی تحریر کریں وجہ ضرور تحریر کریں۔(ج)خط کشیدہ عبارت کا مطلب بھی تحریر فرمائیں(د)حضورﷺ حدیث میں ذکر کردہ کپڑوں میں کیوں نماز نہیں پڑھتے تھے۔

جواب : (الف) حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے شعار یا لحاف میں نماز نہیں بڑھتے تھےعبیداللہ نے کہا کہ میرے والد کو شک ہوا کہ حضرت عائشہ نے فی شعرنا کہایالحفنا کہا۔

توضیح العبارة :شعرجمع ہےشعار کی جومقابل ہےدثار کا وہ کپڑا جو بدن سے متصل ہےاور اس سے اوپر والے کو دثار کہتے ہیں لیکن یہاں شعار سے مراد اوپر کا کپڑا ہے جیسے چادر،لحاف،کمبل وغیرہ۔چنانچہ حدیث الباب میں بھی لفظ لحف مذکور ہےاوراسی طرح امام ترمذی نے اس پرترجمہ **باب الصلوۃ فی لحف النساء** باندھاہے۔

اور مطلب یہ ہے کہ عورتوں کا وہ کپڑا جس کو مرد بھی استعمال کر سکتے ہیں ایسے کپڑے میں مرد کو نماز نہیں پڑھنی چاہئے اس کی دووجہ ہوسکتی ہیں جیسا کہ کوکب الدری میں ہے ۔ایک یہ کہ عورتوں کے مزاج میں طہارت ونجاست کے مسئلے میں احتیاط نہیں ہوتی لہٰذا مردوں کو ان کے کپڑوں کے استعمال میں احتیاط کرنی چاہئے دوسری وجہ یہ کہ ہر ملبوس میں لابس کی بو ہوتی ہےایسی صورت میں عورت کی چادروغیرہ اوڑھ کرنماز میں پڑھنے میں شغل بال کااندیشہ ہے کہ خیال اس کی طرف جائے گا۔

(ب) تحقیق ابن سیرین۔ ابن سیرین یہ لفظ غیر منصرف ہے علمیت وعجمیت کی بناء پر
(الدر المنضو د صفحہ ۴۵۶)

(ج) تحقیق العبارۃ المخطوطہ قال عبداللہ شک ابی اس عبارت کا مطلب یہ ہے کہ حضرت عبداللہ فرماتے ہیں کہ میرے والد حضرت معاذ کو شک ہوگیا کہ حضرت عائشہؓ نے لایصلی فی شعرنا فرمایا یا لحفنا فرمایا۔

(د) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حدیث میں ذکر کردہ کپڑوں میں نماز نہ پڑھنے کی وجہ حاشیہ میں مذکور ہے۔

انها امتنع من الصلوة فيها مخافة ان يكون اصابها شيء من دم الحيض (بقیہ دووجہ توضیح العبارہ کے تحت گذر چکی ہے)

ابوداؤد شریف ص ۵۳

(۵۳) سوال : حماد عن ابراهيم عن الاسودِ أنَّ عائشةَ قالت : كنتُ أفرَكُ المَنِيَّ من ثوبِ رسولِ الله صلى الله عليه وسلم فَيُصَلّي فيه : قال ابو داوٗد : وَافَقَه' مُغِيرَةُ 'وَوَاصلٌ 'ورَواه' الاعمشُ كما رواهُ الحكمُ.

(الف) عبارت بااعراب لکھ کر ترجمہ ومطلب بیان کیجئے۔ (ب) منی کی طہارت ونجاست کے بارے میں ائمہ کرام کے مذاہب مع دلائل لکھئے (ج) قال ابوداؤد کی مراد واضح کیجئے۔

جواب: (الف) حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میں حضور اکرم ﷺ کے کپڑے سے منی کو کھرچ دیا کرتی تھی تو آپ ﷺ اسی کپڑے میں نماز پڑھ لیا کرتے تھے ابوداؤدؒ فرماتے ہیں کہ حماد بن ابی سلیمان کی موافقت مغیرہؒ اور ابو معشرؒ اور واصلؒ نے کی اور سلیمان اعمش نے اس روایت کو حکم کی طرح روایت کیا ہے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ فرک بھی پاکی کا طریقہ ہے اسلئے کہ اگر فرک (کھرچنا) مطہر نہ ہوتا تو آپ ﷺ اس کپڑے میں نماز نہ پڑھتے۔

(ب) **اختلاف الائمه مع الدلائل** :۔ امام شافعی واحمد کے نزدیک منی پاک ہے امام ابوحنیفہ ومالک کے نزدیک منی ناپاک، جو حضرات نجاست منی کے قائل ہیں وہ غسل کی روایات سے استدلال کرتے ہیں اور جو طہارت کے قائل ہیں وہ روایات فرک سے استدلال کرتے ہیں اسلئے کہ ثوب منی کے بارے میں غسل اور فرک دونوں طرح کی روایات بکثرت وارد ہیں اسلئے حضرات محدثین **باب غسل المنی** اور **باب فرک المنی** الگ الگ باب قائم کرتے ہیں جیسے کہ نسائی وغیرہ میں یہ باب ہے۔

قائلین طہارت ان دونوں قسم کی روایتوں میں تطبیق اس طرح دیتے ہیں کہ غسل کی روایات استحباب اور تنظیف پر محمول ہے اور فرک کی بیان جواز پر اور قائلین نجاست غسل کی روایات کو منی رطب اور فرک کی روایات کو یابس پر محمول کرتے ہیں اسلئے کہ ان کے نزدیک طہات ثوب کے لئے ازالہ منی ضروری ہے اگر تر ہو تو بذریعہ غسل اور خشک ہو تو بطریقہ فرک، اسلئے کہ حضور ﷺ سے پوری مدت العمر میں ایک مرتبہ بھی ثابت نہیں کہ آپ ﷺ نے ثوب منی میں اس کے غسل یا فرک کے بغیر نماز پڑھی ہو اگر منی طاہر ہوتی تو کم از کم ایک مرتبہ تو بیان جواز کے لئے ایسا فرماتے۔ باقی شافعیہ کا روایات فرک سے استدلال صحیح نہیں اسلئے کہ فرک بھی تطہیر کا ایک طریقہ ہے جیسا کہ روایت میں آتا ہے **اذا وطی احدکم بنعله الاذی فان التراب له طهور** جس طرح اس حدیث میں وطی اذی کے بعد حصول طہارت بالتراب سے طہارت اذی پر استدلال صحیح نہیں اسیطرح روایات فرک سے طہارت منی پر استدلال صحیح نہیں کیونکہ دونوں جگہ غسل نہیں ہے ایک جگہ فرک ہے اور دوسری جگہ زمین کی رگڑ ہے (الدر المنضود ۱/۴۶۰)

(ج) **توضیح قال ابو داؤد** :۔ یہ اس حدیث کی سند کے اختلاف کی طرف اشارہ

ہے کہ ابراہیم نخعی کے شاگرد حکم نے اسکو ابراہیم عن همام بن الحارث عن عائشه سے نقل کیا ہے جیسا کہ حدیث اول کی سند میں ہے اور اعمش نے حکم کی موافقت کی ہے اور ابرہیم نخعی کے تیسرے شاگرد حماد بن ابی سلیمان نے یہ حدیث ابراہیم عن الاسود عن عائشہ سے نقل کی ہے جیسا کہ حدیث ثانی سند میں مذکور ہے اور مغیرہ ابو مشعر واصل ان تینوں حضرات نے حماد کی موافقت کی ہے اور چونکہ ابرہیم کے یہ سب تلامذہ ثقہ ہیں اسلئے معلوم ہوا کہ ابرہیم نے ہمام واسود دونوں ہی سے روایت کی ہے (زبدۃ المقصود ص ۱۰۰)

ابوداؤد شریف ص ۵۴

(۵۴) سوال : عن لُبابة بنت الحارث قالت : كان الحُسينُ بنُ عليٍّ في حِجْرِ رسو ل الله صلى الله عليه وسلم فبالَ عليه ' فقلتُ : أَلْبَسُ ثوباً واعطني ازارك حتّٰى اَغْسِلَه ' قال انَّما يُغسَلُ من بولِ الاُنثىٰ وَيُنْضَحُ من بولِ الذَّكَر.

(الف) بول صبی کی تطہیر کی کیفیت میں ائمہ کے مذاہب ہر ایک کی دلیل علماء حنفیہ کے خلاف یہ حدیث ہو تو اس کا جواب مطلوب ہے (ب) ۱۴۲۸ (اس حدیث سے پہلے ام قیس کی حدیث ہے اسمیں نضح ہے) نضح کے معنی کی تعیین کیجئے بول صبی اور صبیہ کے حکم کے بارے میں اختلاف اور اس کی وجہ مع ادلہ تحریر کریں

جواب: (الف) اختلاف الائمہ

(۱) امام شافعی واحمد فرماتے ہیں کہ بول صبی کی طہارت کے لئے نضح (چھینٹا مار دینا) کافی ہے غسل کی ضرورت نہیں ہے

(۲) امام اعظم و مالک فرماتے ہیں کہ بول صبی کی تطہیر کے لئے غسل ضروری ہے البتہ امام اعظم کے نزدیک غسل میں غسل خفیف بھی بول ذکر کی تطہیر میں کافی ہے غسل میں مبالغہ کی ضرورت نہیں ہے۔

اورامام مالک کے نزدیک بول صبی میں بھی غسل کے اندر مبالغہ ضروری ہے بول صبیہ کی طرح یعنی دیگر ناپاکیوں کی طرح تین مرتبہ دھونا اور تین مرتبہ نچوڑنا ضروری ہے۔

الدائل:۔دلیل امام شافعی واحمد۔عن أم قيس بنت محصن قالت دَخَلْتُ بابن لِي على النبي صلى الله عليه وسلم لم يا كل الطعام فبال عليه فدعا بماءٍ فَرَشَّه عليه :(ترمذی)وفي روايةابي داؤد ولم يغسله۔اس کے علاوہ وہ ساری احادیث بھی ان حضرات کا مستدل ہیں جن میں بول غلام کے سلسلہ میں نضح یا رش کے الفاظ وارد ہوئے ہیں

۔دلیل الامام اعظم ومالک:۔عنِ عائشةقالت كا ن رسول الله صلى الله عليه وسلم يؤتى بالصّبيان فأتى بصبي مرةًفبال عليه فقال صُبّوا عليه الماء صبــــا: کہ آپ ﷺ کے پاس بچے لائے جاتے تھے ایک مرتبہ ایک بچہ لایا گیا تو اس نے آپ ﷺ کے اوپر پیشاب کردیا آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس پر اچھی طرح پانی بہادو؛ نیز وہ تمام احادیث بھی ہماری مستدل ہیں جن میں پیشاب کی چھینٹوں سے بچنے کی تاکید کی گئی۔

(جواب شافعی) یہ ہے کہ چونکہ دوسری احادیث میں بہانے وغیرہ کے الفاظ موجود ہیں اسلئے 'نضح' اور رش' کے بھی ایسے معنی مراد لئے جائیں گے جو دوسری روایات کے مطابق ہوں' اور وہ غسل خفیف ہیں' نیز خود امام شافعیؒ نے بعض مقامات پر ان الفاظ کی یہی تشریح کی۔

(۲) اس مسئلہ کے متعلق کل پانچ الفاظ وارد ہوئے ہیں۔

(۱) نضح (۲) رش (۳) صب (۴) اتباع الماء (۵) لم یغسلہ غسلا' ان پانچ لفظوں میں سے تین الفاظ صب' اتباع الماء' اور لم یغسلہ غسلا' کی دلالت دھونے پر قطعی ہے بقیہ دو محتمل ہیں ان کے معنی چھینٹا دینے کے بھی ہوسکتے ہیں اور دھونے کے بھی۔

لہذا ان دو محتمل الفاظ کو بھی اسی قطعی معنی پر محمول کیا جائے اسلئے کہ وہ یقینی ہے۔ بقیہ اس کی تفصیل کے لئے مطالعہ کیجئے تحفۃ الالمعی ص ۳۱۴ ج ۱/) کا۔

بول صبیہ:۔ بول صبیہ بالاتفاق ناپاک ہے اور اس کی تطہیر کے لئے غسل ضروری ہے بالاجماع۔

(ب) (تعین معنی النضح) نضح کے دو معنی ہیں

(۱) چھڑکنا (۲) صب الماء۔ غسل خفیف۔ اور ان احادیث میں لفظ نضح سے صب الماء اور غسل خفیف مراد ہے چنانچہ ایک روایت میں ہے جس کو امام طحاوی نے شرح معانی الآثار میں ذکر کیا ہے انّی لاعرفُ مدینة ینضح البحرَ بجَانِبِها اس حدیث میں نضح سے ظاہر ہے کہ بہنا مراد ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرمارہے ہیں کہ ایک ایسا شہر جانتا ہوں جس کی ایک جانب میں دریا بہتا ہے۔ (بول صبی وصبیہ کے حکم میں فرق کی وجہ)

(۱) لڑکی کے مزاج میں برودت ہے اسی لئے اس کے پیشاب میں عفونت ہوتی ہے پس اس کے پیشاب کو مبالغہ کے ساتھ دھونا ضروری ہے ورنہ کپڑا پاک ہونے کے بعد بھی بدبورہ جائے گی اور لڑکے کے مزاج میں حرارت ہے اسی لئے اس کے پیشاب میں عفونت کم ہوتی ہے اس میں غسل خفیف کافی ہے۔

(۲) لڑکے کے پیشاب کا مخرج تنگ ہے اسلئے پیشاب ایک جگہ گرتا ہے اور لڑکی کا مخرج کشادہ ہے اس لئے پیشاب کپڑے پر بکھر جاتا ہے بس لڑکے کے پیشاب پر تو پانی ریڑھا جاسکتا ہے اور لڑکی کے پیشاب کرنے کی صورت میں پورا کپڑا دھونا ضروری ہوتا ہے۔

(۳) لڑکوں میں ابتلائے عام ہے مرد اس کو اٹھائے پھرتے ہیں اور لڑکی کی یہ صورت نہیں اسلئے شریعت نے لڑکے کے پیشاب میں تخفیف کی اور لڑکی کے پیشاب میں اس کی ضرورت محسوس نہیں کی۔ تحفۃ الالمعی ص ۳۱۵ ج ۱/)۔

ابوداؤد شریف ص۵۴

(۵۵) سوال :ثم لم يَلْبَثْ اَنْ بالَ فی ناحية المسجد فاَسْرعَ الناسُ اليه ، فنهاهم النبیُ صلی الله عليه وسلم . وقال انما بُعِثْتُم ميسِّرين ولم تُبعَثوا مُعَسِّرِيْنَ' صُبُّوا عَلَيهِ سَجْلاً مِن ماءٍ أوقال ذَنُوباً من ماءٍ .

(الف) محل نجاست کی تطہیر کے لئے پانی متعین ہے یا ہر چیز جس سے نجاست کا ازالہ ہوجائے ائمہ کے مذہب اور امام ابوحنیفہؒ کا مذہب مع دلیل لکھیں زمین کے پاک کرنے کی احناف کے یہاں کیا کیا صورتیں ہیں تحریر کریں۔

(ب) لوگ کہتے ہیں کہ یہ حدیث مذکور احناف کے خلاف ہے اگر خلاف ہے تو احناف کی طرف سے جواب دیں اور اگر خلاف نہیں ہے تو اسکو بھی مدلل تحریر کریں۔

(ج) عبداللہ بن مغفل بن مقرن کی حدیث میں اس واقعہ کے تحت تطہیر ارض کی کیفیت حدیث مذکور کے خلاف ہے آپ پہلے اس کیفیت کو تحریر کریں. پھر دونوں حدیثوں میں تطبیق دیں۔

(د) بعثت نبی کی ہوتی ہے حدیث میں اس کی نسبت صحابہ کی طرف ہے آپ اس کی وضاحب کریں۔

فائدہ:۔اول مقدمہ کے طور پر یہ بات یاد رکھئے کہ اگر نجاست کے اجزاء زمین میں سرایت کرنے والے نہ ہوتو نجاست کے زائل کرنے سے زمین بالاتفاق پاک ہوجاتی ہے لیکن اگر نجاست کے اجزاء زمین میں سرایت کرجائیں تو اس کے طریقہ تطہیر میں اختلاف ہے۔

جواب:(الف) ائمہ ثلاثہ فرماتے ہیں کہ ایسی زمین صرف پانی بہانے سے پاک ہوگی۔

دلیل یہ حدیث الباب ہے! کہ اس حدیث میں حکم دیا گیا کہ ایک ڈول پانی بہادو معلوم ہوا کہ زمین دھونے سے ہی پاک ہوگی پانی بہانا ضروری ہے اسلئے صرف جفاف وغیرہ سے زمین پاک نہیں ہوگی۔

جواب حنفیہ کہتے ہیں کہ آپ ﷺ نے جو پانی ڈلوایا تھا وہ زمین پاک کرنے کیلئے نہیں تھا بلکہ پیشاب کی بدبوں ختم کرنے کیلئے تھا جبکہ پاک کرنے کیلئے تو ناپاک مٹی کو کھود کر باہر ڈلوادی تھی تحفۃ الالمعی ص ۴۳۴/۱۔

حضرت امام اعظمؒ فرماتے ہیں کہ تطہیر ارض کے تین طریقے ہیں۔ اور تینوں کا ثبوت ملتا ہے۔

۱ر جفاف یعنی ناپاک زمین خشک ہو جانے سے خود بہ خود پاک ہو جاتی ہے۔ دلیل حضرت عائشہؓ کی حدیث زکاۃ الارض یبسھا۔

۲ر صب الماء: کہ زمین پر پانی بہانے سے وہ پاک ہو جاتی ہے،

دلیل حدیث الباب:

۳ر حفر تیسرا طریقہ حفر ہے کہ زمین کھودنے اور ناپاک مٹی کو منتقل کرنے سے زمین پاک ہو جاتی ہے۔

دلیل خُذُو اماباﻝ علیه من التراب 'فألقوه الخ

(ب) حدیث مذکور احناف کے خلاف نہیں ہے کیونکہ اسمیں تطہیر کے طریقوں میں سے ایک بہتر طریقہ منقول ہے اس سے یہ بات لازم نہیں آتی کہ تطہیر کا کوئی طریقہ اس کے علاوہ ہے ہی نہیں: تطہیر ارض کے بارے میں احادیث میں دوسرے طریقے بھی مذکور ہیں اور ان طریقوں میں سے ایک طریقہ یہ بھی ہے۔

(ج) عبداللہ بن معقل کی حدیث میں اس واقعہ کے تحت تطہیر ارض کی کیفیت جو مذکور

ہے وہ یہ ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس مٹی پر اعرابی نے پیشاب کیا ہے اس کو اٹھاؤ اور (یعنی مسجد کے باہر) ڈال دو اور اس جگہ پر پانی ڈال دو۔

تطبیق اس طرح دی جائیگی کہ اگر نجاست کے اجزاء زمین میں سرایت کرنے والے نہ ہو تو پانی سے نجاست دور ہو جاتی ہے اور اگر نجاست کے اجزاء سرایت کر جائے زمین کے اندر تو اس صورت میں پانی سے نجاست دور نہ ہوگی بلکہ مٹی کو کھودنا پڑیگا اور اس کو منتقل کرنا پڑیگا دوسری جگہ۔

(د) آپ ﷺ نے صحابہ کو فرمایا انما بُعِثْتُم مُيَسِّرين الخ حالانکہ مبعوث تو حضور ﷺ ہیں نہ کہ صحابہ کرامؓ۔

اس کا جواب یہ ہے کہ صحابہ کرام کی طرف بعثت کی نسبت مجازا ہے اسلئے کہ صحابہ کرام آپ ﷺ کے نائب ہیں حق نیابت کو ادا کرنے والے ہیں۔ اس حیثیت سے صحابہ کو مبعوث کہ دیا گیا۔

فائدہ: اور شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی قدس سرہ نے حجۃ اللہ البالغہ میں یہ نکتہ بیان کیا ہے کہ نبی اکرم ﷺ کی افضلیت کی وجہ آپ ﷺ کی بعثت کا دوہرا ہونا ہے، آپ ﷺ براہ راست صحابہ کی طرف مبعوث تھے۔ اور صحابہ کے واسطے سے پوری دنیا کی طرف مبعوث تھے اسی طرح صحابہ بھی آپ ﷺ کی طرف مبعوث تھے یہ حدیث اس کی دلیل ہے اس میں انما بُعثتم الخ صریح ہے: تحفۃ الالمعی ص ۴۳۵

ابوداؤد شریف ص ۵۴

(۵۶) سوال : عن اَبی ہریرۃ اَنَّ اعرابِیًّا دَخَلَ المسجد ورسولُ الله صلی الله علیه وسلم جَالِسٌ فصَلّٰی قال ابنُ عَبْدَةَ رَكعتین ثم قال اَللّٰهُمَّ

اِرْحَمْنِیْ وَمُحَمَّدًا وَلَا تَرْحَمْ مَعَنَا اَحَدًا فقال النبی صلی الله علیه وسلم لَقَدْ تَحَجَّرْتَ وَاسِعًا ثُمَّ لَمْ یَلْبَثْ اَنْ بَالَ فی ناحِیَةِ المسجد فاسرع الناسُ الیه فنهاهم النبی صلی الله علیه وسلم وقال اِنّما بُعِثْتُمْ مُیَسِّرِیْنَ وَلم تُبْعَثُوْا مُعَسِّرِیْنَ صُبُّوا علیه سجلا من ماءٍ اوقال ذَنُوبًا من ماءٍ.

(الف) عبارت بااعراب لکھ کر ترجمہ کیجئے مطلب لکھئے۔ (ب) حدیث پاک سے کتنے مسائل ثابت ہوتے ہیں۔ (ج) اگر مین ناپاک ہوجائے تو اس کی تطہیر کے بارے میں ائمہ کرام کے مذاہب کیا ہیں ان کے دلائل بھی لکھئے۔

(جواب الف) حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے کہ ایک دیہاتی آدمی مسجد میں آیا اور حضورؐ بیٹھے ہوئے تھے اس نے نماز پڑھی، ابن عبدہ نے کہا کہ دو رکعتیں پڑھیں، پھر کہا کہ اے اللہ! مجھ پر اور محمدؐ پر رحم کر اور ہمارے ساتھ کسی پر رحم نہ کر۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تو نے کشادہ (رحمت) کو تنگ کردیا پھر تھوڑی ہی دیر میں اس اعرابی نے مسجد کے ایک کونے میں پیشاب کردیا، لوگ اس کی طرف دوڑے (اس کے منع کرنے کو) آپؐ نے لوگوں کو منع کیا، اور فرمایا کہ تم لوگوں پر آسانی کرنے والے بنا کر بھیجے گئے ہو اس لئے نہیں کہ دشواری کرو۔

پانی کا ایک ڈول اس پر بہادو (یا یہ فرمایا کہ) پانی کا بھرا ہوا ڈول اس پر بہادو۔

اس حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ ایک اعرابی مسجد میں آیا اور آنے کے بعد اس نے دو رکعت نماز ادا کی اور نماز کے بعد اس اعرابی نے دعاء کی اور اس نے دعاء اس طرح کی اللھم ارحمنی و محمدًا ولا ترحم معنا احداً اور آپؐ اس وقت مسجد میں تشریف فرما تھے تو آپؐ نے اس اعرابی سے فرمایا لقد تحجرت واسعا مطلب اس کا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت تو بہت وسیع ہے تم نے اس وسیع رحمت کو اپنے اور میرے ساتھ

خاص کر کے تنگ کر دیا۔

اصل میں یہ نئے نئے مسلمان تھے انہوں نے یہ سمجھا کہ اگر اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت کو عام کر دیا تو ہر ایک کے حصہ میں تھوڑی تھوڑی آئے گی اس لئے کہا کہ اے اللہ اپنی رحمت صرف ہم دونوں پر تقسیم فرما، حضورؐ نے یہ جملہ فرما کر ان کے خیال کی تردید کر دی کہ اللہ کی رحمت تو بہت وسیع ہے۔

قولہ ثم لم یلبث ۔یعنی یہ اعرابی حضورؐ کے پاس ابھی تھوڑی ہی دیر بیٹھے تھے کہ مسجد کے ایک کونے میں جا کر پیشاب کر دیا صحابہ جلدی سے ان کی طرف لپکے اور اٹھانا چاہا مگر حضورؐ نے صحابہ کو روک دیا کیونکہ یہ ابھی نئے نئے مسلمان ہیں صحبت رسول سے دور رہے ہیں ان کو یہ بات معلوم نہیں کہ مسجد میں پیشاب کرنا جائز نہیں ہے۔

حافظ ابن عسقلانیؒ نے فتح الباری میں حضور کی ممانعت کی حکمت یہ بیان فرمائی ہے کہ وہ ایک غلطی کو شروع کر چکے اگر درمیان میں ان کو روکا جاتا تو اس غلطی میں اضافہ ہی ہوتا کیونکہ ان کے پیشاب کی وجہ سے مسجد کا ایک حصہ تو نجاست سے آلودہ ہو ہی چکا ہے۔ درمیان میں منع کرنے سے اگر وہ حاجت پیشاب روک لیتے تو ان کو تکلیف ہوتی اور اگر نہ روکتے تو خود ان کا بدن ٹانگیں وغیرہ یا کپڑے ناپاک ہو جاتے یا مسجد کی اور جگہ بھی ناپاک ہو جاتی نہ روکنے میں تھوڑی خرابی برداشت کر کے بڑی خرابی سے بچ گئے۔

پھر آپؐ نے ان کو مشفقانہ انداز میں سمجھا بھی دیا کہ یہ مساجد پیشاب کرنے کے لئے نہیں ہوتیں بلکہ یہ ذکر اللہ کے کیلئے ہوتی ہیں قولہ انما بعثتم الخ یعنی تم کو خداوند قدوس نے اس لئے نہیں بھیجا کہ تم لوگوں کے ساتھ سخت گیری اور تشدد کا معاملہ کرو بلکہ تمہیں اس لئے بھیجا گیا ہے کہ تم نرمی اور یسر سے پیش آؤ: السمح المحمود رص ر ۲/۲۶۳ رتحفۃ الالمعی

ص/۴۳۴ درس ترمذی ص/۳۹۰۔

اس حدیث سے چار مسائل ثابت ہوتے ہیں۔

۱/جب مسجد میں جائے تو سب سے پہلے دو رکعت نماز تحیۃ المسجد پڑھنی چاہئے۔

۲/اللہ کی رحمت کو عام رکھنا چاہئے اپنے لئے ہی خاص نہ کرنی چاہئے

۳/ناواقف آدمی کو نصیحت کرنے میں نرمی برتنی چاہئے۔

۴/اگر زمین پر پیشاب جیسی ناپاک چیز لگ جائے تو اس کو کس طرح پاک کیجائے گی اس حدیث میں بتلایا گیا کہ اس کو پانی سے دھلا جائیگا۔

(ج) اس کا جواب سوال نمبر/۵۵ میں گزر گیا ہے۔